ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

15 جنوری 2003ء - ۱۲ ذوالقعدہ ۱۴۲۳ھ

- پاکستان ـــــ ایک خودمختار ریاست یا امریکی کالونی! (اداریہ)
- پاک امریکہ تعلقات: منظر و پس منظر (تجزیہ)
- کیا اسلام تلوار کے زور پر پھیلا؟ (منبر و محراب)

جلد 12 شمارہ 2

www.tanzeem.org

جنگ کا اسلامی تصور

''اسلامی نقطۂ نظر سے جنگ بایں صورت جائز ہے کہ وہ دعوتِ اسلام کی آزادی اور امن و امان برقرار رکھنے کے لئے لڑی جائے اور دورانِ قتال شجاعت و شرافت کے اصولوں کی مراعات ملحوظِ خاطر رکھی جائیں۔ اس ضمن میں ایک اصولی بات ذہن نشین رہنی چاہئے اور وہ یہ کہ ہر کام کے حسن و قبح کا فیصلہ دو چیزوں پر کیا جاتا ہے۔ ایک مقصد اور دوسرا طریق حصولِ مقصد۔ اگر نفس مقصد مکروہ ہو تو خواہ اس کو کتنے ہی شریفانہ طریقہ سے حاصل کیا جائے وہ بہرحال مکروہ ہی رہے گا اور اگر مقصد فی نفسہٖ نہایت اشرف و اعلیٰ ہو لیکن اسے حاصل کرنے کے طریقے پایہ شرافت سے گرے ہوئے ہوں تو ان سے خود مقصد کی شرافت داغدار ہو جاتی ہے...... پس ایک جائز اور حق پرستانہ جنگ کی تعریف یہ ہے کہ اس کا مقصد اور طریقِ حصول دونوں پاکیزہ اور اشرف و اعلیٰ ہوں۔ جنگ کے اسلامی تصور میں دونوں اصولوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ ایک طرف اگر اس کے مقصد کی پاکیزگی اور شرافت و بزرگی پر زور ہے تو دوسری طرف حصولِ مقصد کے اعتبار سے بھی اسے تہذیب و شرافت کے اعلیٰ معیار پر برقرار رکھا جاتا ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے جنگ کا اصل مقصد حریف مقابل کو ہلاک کرنا اور اس کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ محض اس کے شر کو رفع کرنا ہے اس لئے اس قوت کا استعمال صرف انہی طبقوں کے خلاف ہونا چاہئے جو عملاً برسرِ پیکار ہوں یا حد سے حد جن سے شر کا اندیشہ ہو۔ باقی تمام انسانی طبقات کو جنگ کے اثرات سے محفوظ رہنا چاہئے اور دشمن کی ان چیزوں تک بھی ہنگامہ کارزار کو متجاوز نہ ہونا چاہئے جن کو اس کی جنگی قوت سے کوئی تعلق ہو۔ جنگ کا یہ تصور ان تصورات سے مختلف تھا جو عام طور پر غیر مسلم دماغوں میں موجود تھے۔ اس لئے اسلام نے تمام رائج الوقت اصطلاحات کو چھوڑ کر جہاد فی سبیل اللہ کی الگ اصطلاح وضع کی جو اپنے معنی، موضوع لہ پر ٹھیک ٹھیک دلالت کرتی ہے اور وحشیانہ جنگ کے تصورات سے اس کو بالکل جدا کر دیتی ہے۔ اسلام نے سب سے پہلے اس غلط تصور کو دلوں سے محو کرنے کی کوشش کی جو صدیوں سے جما ہوا تھا۔ لوگوں کی عقلیں یہ سمجھنے سے قاصر تھیں کہ جب مال و دولت کے لئے جنگ نہ کی جائے، ملک و زمین کے لئے نہ کی جائے، شہرت و ناموری کے لئے نہ کی جائے، حمیت و عصبیت کے لئے نہ کی جائے تو پھر جنگ کا اور کون سا مقصد ہو سکتا ہے، جس کے لئے انسان اپنی جان جوکھوں میں ڈال دے؟ وہ ایسی جنگ کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے جس کو انسان کی خود غرضی اور نفسانیت سے کوئی تعلق نہ ہو۔ لہٰذا داعیٔ اسلام نے پہلا کام یہ کیا کہ جہاد فی سبیل اللہ کے معنی اور حدود کو جو اسے جہاد فی سبیل الطاغوت سے ممتاز کرتے ہیں پوری طرح واضح کر دیا اور مختلف طریقوں سے جنگ کے اس پاک تصور کو لوگوں کے ذہن نشین کیا۔''

(ڈاکٹر خالد علوی کی کتاب ''انسان کامل ﷺ'' سے ایک اقتباس)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ۝﴾ (آیات :۱۶۷)

''اور کہیں گے (ان لیڈروں کی) تابعداری کرنے والے کہ اے کاش! ہمیں لوٹ کر جانا ہوتا دنیا میں تو ہم بھی ان سے ایسے ہی بیزار ہوتے جیسے وہ (آج) ہم سے بیزار ہو گئے ہیں۔ یونہی دکھائے گا انہیں اللہ ان کے (برے) اعمال کہ باعث پشیمانی ہوں گے ان کے لئے اور وہ (کسی صورت میں) نہ نکل پائیں گے آگ (کے عذاب) سے''۔

روز قیامت جب دنیا میں اپنے سرداروں کی پیروی کرنے والے دیکھیں گے کہ اس ضرورت کے وقت وہ اُن کے کسی کام آنے اور سہارا دینے کے بجائے اُن سے بیزاری اور لاتعلقی کا اظہار کر رہے ہیں تو حقیقت حال ان پر کھل جائے گی اور اب وہ حسرت و یاس کی تصویر بنے کھڑے ہوں گے اور کہیں گے اے کاش کہ ہمیں دوبارہ دنیا کی طرف لوٹ کر جانا ہو تو پھر ہم بھی ان کے ساتھ لاتعلقی اور بے زاری اختیار کریں گے جس طرح آج یہ ہم سے کر رہے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ دنیا میں دوبارہ جانا تو نصیب نہ ہوگا۔ لہٰذا پیروی کرنے والوں کو گویا ایک حسرت رہ جائے گی کہ وہ ان کے کہنے سے غلط راستے پر کیوں چلتے رہے۔ لیکن اُن کی یہ حسرت کسی کام نہ آئے گی اور انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

دراصل یہ ساری منظرکشی اس لئے کی جا رہی ہے کہ ایسے لوگ یہ بات اسی دنیا میں سمجھ جائیں اور اپنے لیڈروں کی باتوں میں نہ آئیں بلکہ خود اپنی عقل سے کام لیں۔ اس پوری کائنات میں اللہ کی نشانیاں موجود ہیں انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھو اور اللہ تعالیٰ کو پہچانو۔ کیونکہ روزِ حساب تم یہ نہ کہہ سکو گے کہ اے اللہ ہمیں ہمارے ان لیڈروں نے گمراہ کیا تھا۔ اس دلیل کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ پھر وہاں حسرت کے سوا تمہارے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔ تمہیں اپنے اعمال کی سزا بھگتنی پڑے گی یعنی جن لوگوں نے آج عقل سے کام نہ لیا اور لیڈروں کے پیچھے لگے رہے تو وہ جہنم واصل ہوں گے اور وہ پھر جہنم سے نہ نکل سکیں گے۔

☆☆☆

اللہ کا بندوں سے خطاب

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کرلیا ہے اور ایک دوسرے پر ظلم کرنے کو تمہارے درمیان میں حرام کر دیا' لہٰذا تم آپس میں ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم سب راہ بھٹکے ہوئے ہو۔ سوائے ان کے جن کو میں ہدایت دوں۔ لہٰذا تم مجھ سے ہدایت مانگو میں تم کو ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اُن کے جن کو میں کھلا دوں۔ لہٰذا تم مجھ سے کھانے کو مانگو میں تم کو کھانے کے لئے دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اُن کے جن کو میں پہنا دوں۔ لہٰذا تم مجھ سے پہننے کے لئے طلب کرو میں تم کو پہننے کے لئے دوں گا۔ اے میرے بندو! بلاشبہ تم دن رات خطائیں کرتے ہو اور میں سب گناہوں کو بخش سکتا ہوں لہٰذا تم مجھ سے مغفرت چاہو میں تم کو بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! یقین جانو کہ تم مجھے ضرر پہنچانے کے لئے لائق ہرگز نہیں ہو سکتے جس کی وجہ سے مجھے ضرر پہنچا سکو اور (اس کا بھی) یقین جانو کہ تم مجھے نفع پہنچانے کے لائق ہرگز نہیں ہو سکتے جس کی وجہ سے مجھے نفع پہنچا سکو' اے میرے بندو! اس میں شک نہیں کہ اگر تم سب اولین و آخرین' انسان و جنات اپنے میں سے سب سے زیادہ متقی آدمی کے موافق اپنے دل بنالو تو (تم سب کا) یہ تقویٰ میرے ملک میں ذرا اضافہ نہ کر سکے گا۔ اے میرے بندو! اگر تم سب اولین و آخرین انسان و جنات میں سب سے زیادہ گنہگار آدمی کے دل کے موافق اپنا دل بنالو تو (ان کا) یہ گناہگار ہونا میرے ملک میں سے ذرا بھی کمی نہیں کر سکتا۔ اے میرے بندو! اگر تم اولین و آخرین انسان و جنات سب مل کر ایک میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کرو اور میں ہر شخص کا سوال پورا کر دوں تو (سب کا سوال پورا کرنے پر) میرے خزانوں میں سے صرف اتنی سی کمی آئے گی جتنا سوئی کو سمندر میں ڈبو کر باہر نکالا جائے۔ اے میرے بندو تمہاری جزا سزا (آخرت میں جو ہوگی سو وہ) صرف تمہارے اعمال (کے نتائج) ہوں گے۔ میں تمہارے اعمال کو محفوظ رکھتا ہوں پھر پوری طرح تم کو ان کے بدلے میں دے دوں گا۔ سو تم میں سے جو شخص (اپنے عمل میں) خیر پائے تو اسے چاہئے کہ اللہ کی حمد کرے اور جو شخص اس کے علاوہ (یعنی اپنے عمل میں) برائی پائے سو چاہئے کہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے''۔ (مسلم شریف)

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

جلد 12 شمارہ 2

9 تا 15 جنوری 2003ء

(۶ تا ۱۲ ذوالقعدہ ۱۴۲۳ھ)

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خان

معاونین: سید قاسم محمود، مرزا ایوب بیگ

سردار اعوان، محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد مختار، طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن، لاہور

فون: 03-5869501 فیکس: 5834000

E-Mail:anjuman@tanzeem.org

Website:www.tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک......250 روپے

بیرون پاکستان

☆ یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ

.........1500 روپے

☆ امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ

.........2200 روپے

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حافظ عاکف سعید

پاکستان ـــــ ایک خودمختار ریاست یا امریکی کالونی!

ملک میں ''حقیقی جمہوریت'' کا کارواں خیمہ زن ہو چکا ہے۔ جمہوریت کی تلاش میں نصف صدی سے دربدر کی ٹھوکریں کھانے والی پاکستانی قوم کو ''حقیقی جمہوریت'' کی نیلم پری سے روشناس کرانے اور ہجر و فراق کے لامتناہی سلسلے کو وصل کی گھڑیوں میں تبدیل کرنے کا عظیم کارنامہ انجام دینے والے ہمارے ''فوجی ان داتا'' جو خود کو قوم کا محسن اور نجات دہندہ گردانتے ہیں، بھی اپنے اس کارنامے سے نہایت مطمئن اور اپنی کارکردگی پر مسرور دکھائی دیتے ہیں ـــ کسی بھولے بھٹکے راہی کو منزل تک پہنچانا اور بحرانوں کے گرداب میں چکر کھاتی قوم کو آسودۂ ساحل کرنا یقیناً بہت بڑا کارِ خیر اور موجبِ اجر و ثواب کام ہے ـــ لیکن اسے پاکستانی قوم کی بدقسمتی کہیں یا کچھ اور کہ جمہوریت کے ثمرات و برکات کی گرد سے بھی یہ قوم تاحال محروم ہے ـــ ''نہ تم بدلے، نہ ہم بدلے، نہ دل کی آرزو بدلی'' کے مصداق ملکی حالات جوں کے توں ہیں۔ جمہوریت کی بحالی محض ایک فریبِ نظر ہے۔ قوت و اختیار کی مسند پر آج بھی صدر جنرل پرویز مشرف براجمان ہیں ـــ وزیراعظم، ان کی کابینہ اور پارلیمنٹ کی حیثیت تاحال نمائشی ہے۔ جمہوریت کی بحالی کے حوالے سے قوم کی تقدیر کی تبدیلی کا جو موہوم سا امکان پیدا ہوا تھا اس کے ٹمٹماتے دیئے کو امریکی ایجنسی ایف بی آئی کے ایک ہلے نے بڑی بے رحمی کے ساتھ گل کر دیا ـــ آزاد قوم کا سب سے قیمتی سرمایہ اور اہم ترین متاع اس کی خودمختاری اور عزت و وقار ہی تو ہے۔ کوئی قوم اگر کسی سبب سے اس عظیم نعمت سے محروم کر دی جائے تو زندگی کی ہر دیگر نعمت اس کے لئے بے معنی ہو جاتی ہے۔ قوم کے حال مست اور مال مست قسم کے طبقات سے قطع نظر، قومی و ملی شعور رکھنے والے افرادِ قوم ایسے حالات میں ڈیپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بدقسمتی سے 11 ستمبر 2001ء کے بعد سے ہمارے فوجی حکمرانوں نے جو پالیسی اپنائی اس کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ ہم خود اپنی نظروں میں گر گئے بلکہ ہم بتدریج اپنی آزادی و خودمختاری سے بھی محروم ہوتے چلے گئے۔ اپنی مسلمانی پر فخر کرنے والوں نے ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ اپنا کر اسلام سے بے وفائی اور غداری کا جو ثبوت فراہم کیا، اسی کا منطقی انجام اس صورت میں ہمارے سامنے ہے کہ آج پاکستان کی سرزمین پر محبِ وطن اور انسانیت دوست پاکستانیوں کی عزت، آبرو اور سلامتی ایف بی آئی کے ہاتھوں پارہ پارہ ہو رہی ہے اور ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگانے والی حکومت باعزت پاکستانیوں کی تذلیل میں امریکی ایجنسیوں کے ساتھ تعاون کرنے پر مجبور ہے۔ بے حسی اور ڈھٹائی کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے! سرکاری ذرائع سے جاری ہونے والے متضاد بیانات اور بے سروپا وضاحتیں قوم کی بے چینی اور پریشانی میں اضافے کا موجب بن رہی ہیں۔ امریکہ کی دیدہ دلیری کا یہ عالم ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ پے بہ پے اقدامات کے ذریعے پاکستان کو اپنی کالونی ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے (ڈاکٹر عامر عزیز کے بعد ڈاکٹر احمد جاوید اور ان کے بھائیوں اور بیٹوں کو ڈھٹائی کے ساتھ ان کے گھروں سے اٹھا لے جانا، پاکستان کے قبائلی علاقے میں ایک دینی مدرسہ پر فضائی حملہ اور پاکستانی سرحدی حدود کے اندر چھاپہ مار کر طالبان کے حامیوں کی گرفتاری کے حالیہ واقعات اس امر کے واضح ثبوت ہیں) بلکہ وہ ''ہم پاکستان میں جہاں چاہیں، کارروائی کر سکتے ہیں'' اور ''حکومت پاکستان نے ہمیں ہر طرح کے تعاون کی یقین دہانی کرائی ہے۔'' ایسے کھلم کھلا بیانات کے ذریعے پاکستانی قوم کے زخموں پر نمک چھڑکنے کا سامان کرنے میں بھی کسی تساہل کا مظاہرہ نہیں کر رہا۔ وہ پاکستانی قوم کو یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ اب سرزمین پاکستان پر اقتدارِ اعلیٰ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ صدر مشرف ہوں یا وزیراعظم جمالی سب اس کے احکام کے پابند ہیں ـــ جمہوری حکومت کے آ جانے سے پاکستان کے **Status** میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ وہ پہلے بھی امریکہ کی ایک کالونی کی حیثیت رکھتا تھا اور آج بھی اس کی یہی حیثیت ہے۔ ہم اپنی نگاہوں کے سامنے قومی خودمختاری کو پامال ہوتے ہوئے اور باعزت شہریوں کی ایف بی آئی کے ہاتھوں تذلیل دیکھتے ہیں لیکن ٹک ٹک دیدم، دم نہ کشیدم کی تصویر بنے ہوئے ہیں

ع حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے!

سیدھی سی بات یہ ہے کہ جب تک ہم بحیثیت قوم اپنا قبلہ درست نہیں کریں گے اور جب تک اس ملک کی ایک قابلِ قدر تعداد اور دینی طبقات حقیقی اسلامی نظام یعنی نظامِ خلافت کے قیام کی خاطر بھرپور اجتماعی جدوجہد نہیں کریں گے، ملک کی حالت کے سدھرنے اور ملکی آزادی و خودمختاری کی بحالی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ کاش کہ ہم اب بھی جاگ جائیں اور صحیح سمت میں سفر کا آغاز کر دیں۔ اللھم وفقنا لھذا

دین اسلام میں افراد کے لئے یہ قانون ہے کہ کسی کو جبراً مسلمان نہیں کیا جائے گا

البتہ نظام کی سطح پر مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر دین حق کو قائم کریں

جب تک اس روئے ارضی پر کہیں بھی باطل نظام قائم ہے' قتال جاری رہے گا

اللہ کی سنت ہے کہ رسول کے ذریعے اتمام حجت کے بعد بھی قوم اگر ایمان نہ لائے تو اسے اس دنیا میں بھی سزا مل کر رہتی ہے

نوع انسانی کی سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ اسے باطل نظام سے نجات دلا کر شرف انسانیت پر فائز کر دیا جائے

کیا اسلام تلوار کے زور پر پھیلا؟

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 3 جنوری 2003ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

آج کل مغربی میڈیا میں جہاد' قتال اور دہشت گردی کو ایک معنی پہنا کر اسلام کو بدنام کیا جا رہا ہے اور یہ آج کا مسئلہ نہیں ہے' پچھلی صدی میں بھی یہ بحث چل نکلی تھی کہ اسلام تو تلوار کے زور پر پھیلا اور یہ کہ ؏

بوئے خوں آتی ہے اس قوم کے افسانوں سے

اس پر ہمارے اکثر زعمائے ملت نے بڑا معذرت خواہانہ انداز اختیار کیا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب نہ صرف ہم محکوم تھے بلکہ پورے عالم اسلام پر استعمار کا قبضہ تھا' خود ہماری سرزمین پر انگریز قابض تھا۔ ہم ان کی ترقی اور تہذیب سے مرعوب بھی تھے۔ چنانچہ ہمارے دانشوروں نے اس وقت یہ نقطہ نظر اپنایا کہ یہ بات بالکل غلط ہے' اسلام تو تلوار صرف اس وقت اٹھانے کی اجازت دیتا ہے جب جنگ مسلط کر دی جائے۔ یعنی اسلام میں صرف دفاعی طور پر ہتھیار اٹھانے کی اجازت ہے۔ ہمارے رسولؐ تو رحمت للعالمین تھے' وہ کیسے جہاد و قتال کی بات کر سکتے ہیں؟ لیکن سیدھی سی بات یہ ہے کہ یہ معذرت خواہانہ انداز قرآن سنت کی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اور جہاں تک اس الزام کا تعلق ہے کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ہے یہ اگرچہ کلیتاً درست نہیں ہے لیکن اس میں جزوی صداقت موجود ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم اس معاملے کو قدرے گہرائی میں جا کر سمجھنا ضروری ہے۔

اس ضمن ان چند آیات کا ترجمہ پیش خدمت ہے تا کہ اندازہ ہو سکے کہ قرآن و حدیث کی کیا تعلیمات ہیں اور کیا یہ جہاد و قتال صرف دفاعی تھا یا جہاد و قتال قرآن کا مستقلاً حکم ہے اور یہ کہ اس کی غرض و غایت کیا ہے؟

سورۃ الانفال میں ارشادِ ربانی ہے:

''مسلمانو! جنگ کرتے رہو ان (کفار اور مشرکین) سے یہاں تک کہ فتنہ و فساد ختم ہو جائے اور دین کل کا کل اللہ ہی کے لئے ہو جائے۔ (الانفال:۳۹)

قرآن کی اصطلاح میں فتنہ وہ صورت حال ہے جس میں اہل ایمان کے لئے اسلام اور ایمان پر کاربند رہنا مشکل ہو جائے اور یہ ہر اُس نظام میں ہوتا ہے جو غیر اللہ کے قوانین پر مبنی ہو۔ لہٰذا سب سے بڑا فتنہ باطل نظام ہے۔ اس اعتبار سے قرآن کا تو یہ حکم ہے کہ جب تک اس روئے ارضی پر کہیں بھی باطل نظام قائم ہے تمہاری تلوار میان میں نہیں جا سکتی' یہاں تک کہ دین (نظام) پورا کا پورا اللہ کے تابع نہ ہو جائے۔ آنحضور ﷺ کی حیات طیبہ میں اس کا ایک مرحلہ مکمل ہوا اور جزیرہ نمائے عرب پر دین غالب ہو گیا تھا۔ جب تک پوری دنیا میں یہ صورتحال نہیں ہو جائے گی جنگ (قتال) جاری رہے گی۔ اسلام کے نزدیک کل روئے ارضی پر اللہ کے دین کو غالب کرنا پیغمبر ﷺ کا وہ مشن ہے جس کی تکمیل مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے۔

اسی طرح سورۃ التوبہ کی ابتدائی آیات خاص طور پر مشرکین عرب کے لئے بڑے سخت حکم کی حیثیت سے نازل ہوئیں۔ یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں جب جزیرۂ نمائے عرب پر توحید کا پرچم لہرا رہا تھا اور سرزمین عرب پر اللہ کا دین غالب ہو چکا تھا۔ فرمایا:

''جب چار مہینے کی مہلت ختم ہو جائے تو ان مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔''

اسی سورۂ مبارکہ میں اہل کتاب اور دیگر کفار کے لئے حکم بھی موجود ہے:

''مسلمانو! اہل کتاب میں سے وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان نہیں رکھتے' اور جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام ٹھہرایا اسے حرام نہیں مانتے اور جو دین حق کو اللہ کا دین نہیں سمجھتے ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں اور چھوٹے بن کر رہیں۔''

ہدف متعین ہو گیا کہ وہ چاہے آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں' لیکن اگر دین حق کو نظام کی حیثیت سے بالاتر تسلیم نہیں کرتے تو ان سے تمہاری جنگ ہے۔ اسی سورۃ میں ایک اور حکم آیا کہ:

''اب جنگ کرو ان کفار سے جو تم سے ملحق علاقوں میں بستے ہیں اور چاہئے کہ وہ تمہارے اندر شدت محسوس کریں۔''

اسلام صرف عرب کے لئے نہیں آیا تھا' اس لئے کہا گیا کہ جزیرہ نمائے عرب سے ملحق جو اقوام ہیں ان سے جنگ کرو۔

اسی طرح ایک حدیث ہے جس کے راوی حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مجھے حکم ہوا کہ میں جنگ کروں یہاں تک کہ لوگ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں' زکوٰۃ ادا کریں اور اگر وہ ایسا کریں تو انہوں نے اپنے جان و مال مجھ سے بچا لئے سوائے جو اسلام کا حق ہے اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ (متفق علیہ)

ان آیات اور اس حدیث سے کیا نقشہ سامنے آتا ہے؟ کیا یہ صرف مدافعانہ جنگ ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ قرآن کی صحیح ترجمانی نہیں ہے۔ یہ تو وہ معاملہ ہے جس کی اقبال نے نشاندہی کی تھی۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

بہرحال جیسا کہ میں نے ابتدا میں عرض کیا تھا کہ اس الزام میں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا' ایک حد تک تو صداقت ہے لیکن ایک اعتبار سے یہ غلط بھی ہے۔ اس لئے کہ دین کا ایک اہم اصول یہ بھی ہے کہ:

''دین کے معاملے میں کسی پر جبر نہیں۔'' (البقرہ:۲۵۶)

دین اسلام میں افراد کے لئے تو یہی قانون ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے 23 سالہ انقلابی جدوجہد کے دوران دعوت و تبلیغ اور جہاد و قتال کے جو مرحلے طے کئے ان میں کسی کو بھی جبراً مسلمان نہیں کیا گیا۔ ہاں اہل عرب کا ایک خصوصی معاملہ تھا جس کے تحت جب سرزمین عرب پر دین غالب ہو گیا اور ان پر ہر اعتبار سے اتمام حجت کر دیا گیا تو انہیں Warning دے دی گئی تھی کہ چار مہینے کے اندر ایمان لے آؤ اور اگر نہیں لاتے تو اس سرزمین سے چلے جاؤ ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔ یہ ایک خاص معاملہ صرف اس وقت کے مشرکین عرب کے لئے تھا لیکن اس کے علاوہ ہر حال میں لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ کا ہی اصول ہے۔ انفرادی طور پر کسی کو مجبور نہیں کیا جائے گا کہ وہ کلمہ پڑھے۔ اہل عرب کے ساتھ جو معاملہ ہوا وہ اللہ تعالیٰ کی ایک مستقل سنت کے اعتبار سے تھا۔ وہ سنت یہ ہے کہ رسول کی قوم کے ساتھ اللہ کوئی رعایت نہیں برتتا۔ دنیا میں ہی ان کی نافرمانی کے سبب ان پر عذاب ہلاکت مسلط ہوتا ہے۔ یعنی جب رسول اتمام حجت کر دے تو اس کی قوم میں سے جو ایمان نہ لائے اس کے لئے دنیا میں بھی کوئی رعایت نہیں۔ قرآن حکیم میں چھ رسولوں اور ان کی اقوام کا بار بار ذکر ہوا ہے۔ حضرت نوحؑ کی قوم' قوم عادؑ قوم ثمودؑ قوم لوطؑ قوم شعیبؑ اور آل فرعون جو اسی وجہ سے نسیاً منسیاً کر دی گئیں۔ یہ اللہ کی سنت ہے کہ جب رسول کے ذریعے اتمام حجت اس آخری درجے میں ہو جائے اور اس کے بعد بھی قوم ایمان نہ لائے تو انہیں دنیا میں سزا مل کر رہتی ہے۔ چنانچہ عرب میں جب دین غالب ہو گیا اور حضرت محمد ﷺ نے ہر طرح سے اہل عرب پر اتمام حجت کر دیا تو اہل عرب کو صاف کہہ دیا گیا کہ اب جو شخص ایمان نہیں لائے گا وہ یہاں نہیں رہ سکتا یا چھوڑ کر چلا جائے یا پھر اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ گویا مشرکین عرب پر یہ عذاب اللہ نے مسلمانوں کے ہاتھوں بھیجا۔

البتہ غیر عرب اقوام کے لئے بعد میں قانون آ گیا کہ وہ اسلامی ریاست میں ذمی کی حیثیت سے ایک کمتر حیثیت میں رہ سکتے ہیں۔ فرد کو مجبور نہیں کیا جائے گا کہ وہ ایمان لائے لیکن مسلمان باطل نظام کو گوارا نہیں کر سکتا۔ مسلمانوں کا فرضِ منصبی ہے کہ باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر دین حق کو قائم کریں۔ جہاد و قتال کی تاکید اسی لئے ہے۔ یہی فرض منصبی حضور ﷺ کا بھی تھا۔

ظاہر بات ہے باطل نظام کو اکھاڑنا اور حق کو نافذ کرنا بغیر جنگ اور قتال کے ممکن نہیں کیونکہ کوئی نظام اپنا راستہ خود نہیں چھوڑتا۔ یہی وجہ ہے کہ رحمت للعالمین ﷺ کو بھی ہاتھ میں تلوار لینا پڑی۔

خلاصہ کلام یہ کہ فرد کے لئے کوئی جبر نہیں ہے' اسے مسلمان بنانے کا میں تلوار اور جبر کا استعمال ہرگز نہیں ہو گا لیکن مسلمان میں اگر کچھ دم خم ہو اور غیرت و حمیت دین کی کوئی رمق موجود ہو تو وہ باطل نظام کو گوارا نہیں کرے گا وہ باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر دین حق کو قائم و غالب کرنے کے لئے سرتوڑ جدوجہد کرے گا۔ اسی غرض کے لئے جہاد و قتال فرض کیا گیا ہے۔ چنانچہ دور خلافت راشدہ میں صحابہ کرامؓ کا یہی طرز عمل رہا ہے۔ وہ کسی قوم کے پاس جا کر تین Options دیتے تھے۔

1) اسلام لے آؤ تو تم ہمارے بھائی اور ہمارے نزدیک محترم ٹھہرو گے۔
۲) ورنہ جزیہ دو' اور ہمارے سرنگوں ہو کر رہو یعنی دین حق کی بالادستی قبول کرو۔
۳) بصورت دیگر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ' اب تمہارے اور ہمارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔

یہ ہے اسلام کا نقطہ نظر کہ دین حق کے نفاذ کے لئے تلوار استعمال ہو گی' قوت و طاقت کا استعمال ہو گا۔ اور اس کی کوشش کرنا ایک مسلمان کے ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ سورۃ الحجرات میں جو مومن کی تعریف آئی ہے اس میں دو اوصاف بیان کئے گئے ہیں:

''مومن تو وہ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور پھر شک میں نہ پڑے اور وہ اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔''

گویا مومن کی زندگی تو جہاد ہی سے عبارت ہے۔ رہا یہ سوال کہ اگر افراد کو جبراً مسلمان نہیں بنایا گیا تو انفرادی طور پر لوگ کیسے مسلمان ہوئے۔ تاریخ شاہد ہے کہ لوگ اس نظام کی برکات' مسلمانوں کی سیرت و کردار اور قرآن کی تعلیمات دیکھ کر نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ پورے اسلامک کلچر کو اختیار کر لیا۔ یہاں تک کہ اپنی زبان بھی بدل ڈالی۔ مصر کی مقامی زبان عربی نہیں تھی' سوڈان' الجزائر' لیبیا کی زبان عربی نہ تھی۔ آج ان کی زبان عربی ہے لیکن یہ جبر کے ساتھ نہ تھا' جبر کے ساتھ تو صرف نظام بدلا گیا تھا۔

اب ایک اہم بحث یہ ہے کہ نظام کی تبدیلی ضروری کیوں ہے؟ جس کے لئے جہاد و قتال فرض کیا گیا ہے۔ کیا اس کے بغیر مقصد حل نہیں ہوتا' مسلمان اگر صرف نماز روزہ اور ذکر اذکار کرتے رہیں تو بھی نیکیوں کے انبار لگا سکتے ہیں اور کیا چاہئے؟ یہ ایک اہم سوال ہے اس کا جواب بھی دو دور خلافت راشدہ میں ایک مسلمان مجاہد نے رستم کے دربار میں دیا تھا۔ جب یہی تین آپشن دے کر مسلمانوں کے ایک وفد کو رستم کے دربار میں بھیجا گیا تو رستم نے سوال کیا کہ ہمارا تمہارا جھگڑا کس بات کا ہے؟ آخر ہم نے تمہارا کیا بگاڑا ہے کہ تم جنگ کرنے پر تلے ہوئے ہو۔ وفد کے سربراہ نے جواب دیا تھا:

''ہم بھیجے گئے ہیں کہ نوع انسانی کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر ایمان کی روشنی کی طرف لائیں' اور بادشاہوں کے ظلم سے نکال کر انہیں عدل اسلامی سے روشناس کرائیں۔''

یہ دو مقاصد ہیں اور یہ بہت اہم ہیں۔ اس لئے کہ ہر باطل نظام طاغوتی نظام ہے جس کی آڑ میں شیطان انسان کو شرفِ انسانیت سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ انسان کیا ہے' ہمیں خود اندازہ نہیں ہے۔ اللہ نے قرآن میں ہمیں بتایا کہ اللہ کی تخلیقات کا نقطۂ عروج انسان ہے۔ انسان کا فرشتوں سے بھی اونچا مقام ہے' یہ اتنا بلند مقام جس کی وجہ سے شیطان حسد میں مبتلا ہو کر دشمنی پر اتر آیا۔

انسان کو شرف انسانیت سے محروم کرنے کے لئے نظام باطل شیطان کی طرف سے سب سے بڑا وار ہوتا ہے۔ کیونکہ اس ماحول میں انسان دین و ایمان کی طرف آ ہی نہیں سکتا' اس اعتبار سے نوع انسانی کی اس سے بڑی خیر خواہی نہیں ہو سکتی کہ اسے باطل نظام سے نجات دلا کر شرف انسانیت پر فائز کیا جائے۔

اسلامی نظام میں ہی وہ فضا دستیاب ہو سکتی ہے جس میں انسانیت کے اصل جوہر کھل سکیں' اس میں رفعتِ کردار پیدا ہو' اس کی روح تقویت پائے اور وہ اپنی اصل منزل یعنی نجات و فلاحِ اُخروی کی طرف پیش قدمی کر سکے۔ آج کا یہ جو گلوبل نظام ہے' جسے نیو ورلڈ آرڈر کہا جا رہا ہے یہ شیطان اور اس کے سب سے بڑے ایجنٹ یہود کی سازشی ذہنیت کا شاہکار ہے۔ آزادی کے نام پر مادر پدر آزاد تہذیب اور سود پر مبنی سرمایہ دارانہ معیشت دراصل انسان کو معاشی غلام اور حیوانِ محض بنانے کی سازش ہے۔ اقبال نے اسی لئے کہا تھا۔

ایں بنوک ایں فکرِ چالاک یہود
نورِ حق از سینۂ آدم ربود
تا تہ و بالا نہ گردد ایں نظام
دانش و تہذیب و دیں سودائے خام

اقبال فرما گئے ہیں کہ یہ جو بینکنگ کا نظام ہے یہ چالاک یہود کے دماغ کا تراشیدہ ہے۔ ابلیس کی خواہش تھی کہ انسان کو شرف انسانیت سے محروم کر دیا جائے۔ وہ مشن لے کر اب ابلیس کے ایجنٹ یہود میدان میں آئے ہوئے ہیں' انہوں نے ہی انسانیت کو شکنجے میں جکڑنے کے لئے

(باقی صفحہ 8 پر)

پاک امریکہ تعلقات: منظر اور پس منظر

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

ابوالحسن

عام تاثر یہ ہے کہ پاک امریکہ دوستی اب دشمنی میں ڈھلتی جا رہی ہے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ پاک افغان بارڈر پر ایک پاکستانی سکاؤٹ نے گولی چلا کر ایک امریکی فوجی کو زخمی کر دیا ہے اور جواباً امریکی طیارے نے پاکستانی سرحد کے اندر ایک مدرسہ پر بمباری کی ہے جس سے مدرسہ کی بیرونی دیوار کو شدید نقصان پہنچا ہے۔

گزشتہ پچپن سال میں پاکستان اور امریکہ مختلف دشمنوں کے خلاف اتحادی رہے ہیں۔ پچاس اور ساٹھ کے عشروں میں جب امریکہ اور سوویت یونین کے مابین سرد جنگ اپنے عروج پر تھی تو پاکستان سیٹو اور سینٹو کا رکن تھا جو کیمونسٹ دشمن معاہدے تھے۔ ستر کے اواخر اور اس کے آغاز میں جب سوویت یونین نے افغانستان میں اپنی افواج کو داخل کر دیا تو اس لحاظ سے یہ گرم جنگ میں تبدیل ہوگئی کہ امریکہ نے مالی، عسکری اور تکنیکی وسائل جھونک دیئے اور پاکستان فرنٹ لائن ملک بن گیا۔ اسے امریکہ کی سوویت یونین کے خلاف پراکسی وار کہا جا سکتا ہے۔ اس میں پاکستان کی افرادی قوت بھرپور طور پر استعمال کی گئی۔ نائن الیون کے بعد امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف عالمی اتحاد قائم کیا اور پاکستان اس اتحاد کا اہم ترین رکن بنا۔ امارت اسلامیہ افغانستان کو تباہ و برباد کرنے کے لئے پاکستان کے ہوائی اڈوں اور اطلاعاتی نظام سے بھرپور فائدہ اٹھایا گیا۔ امریکہ نے سفارتی میدان میں بھی پاکستان کی خدمات سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اگر یہ کہا جائے کہ سفارتی سطح پر بیسویں صدی کا سب سے بڑا بریک تھرو امریکہ چین سفارتی تعلقات کا قیام تھا تو مبالغہ نہ ہوگا۔ اس کار خیر میں پاکستان نے کلیدی رول ادا کیا۔ پاک امریکہ تعلقات کا پاکستان کو یہ فائدہ پہنچا کہ اس نے اپنی افواج کو بہترین اسلحہ سے لیس کر لیا۔ علاوہ ازیں پاکستان ایک زرعی ملک ہونے کے باوجود اناج اور خوردنی تیل میں ایک طویل عرصہ تک خود کفیل نہ ہو سکا تھا۔ امریکہ ایسے برے بھلے وقت میں پاکستان کی ضروریات کو پورا کرتا رہا۔ پھر یہ کہ سوویت یونین جو امریکہ کی ایک مدمقابل سپر پاور تھی اسے یہ پیغام ملا کہ اگر اس نے گرم پانیوں تک پہنچنے کی خواہش میں پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو امریکہ پوری قوت سے پاکستان کی پشت پر ہوگا۔ اس تاثر کی وجہ سے سوویت یونین گرم پانیوں تک پہنچنے کی دیرینہ خواہش پوری نہ کر سکا۔ یہ وہ فوائد تھے جو دونوں ممالک باہمی دوستانہ تعلقات سے حاصل کرتے رہے۔

سوال یہ ہے کہ ان دوستانہ تعلقات میں خلوص و اخلاص کی کیفیت کیا تھی اور ان سے حقیقی فائدہ کس نے اٹھایا جس سے تاریخ کا رخ تبدیل ہوگیا اور کس نے محض ''ڈنگ ٹپاؤ'' ریلیف حاصل کیا۔ جہاں تک ان تعلقات میں خلوص واخلاص کی کیفیت کا تعلق ہے تو ایک اہم امریکی سینیٹر کا بیان فیصلہ کن ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب بھی ہم نے پاکستان کو سبق سکھانے کا ارادہ کیا عالمی سطح پر کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ ظہور پذیر ہوگیا کہ ہم پاکستان کا تعاون حاصل کرنے پر مجبور ہو گئے۔ تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو یہ قول صد فی صد درست معلوم ہوتا ہے بلکہ اس پر یہ اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ جب بھی موقع میسر آیا اور اپنے مفادات کا تقاضا ہوا تو پاکستان کو زک پہنچانے میں امریکہ نے کبھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جس زمانہ میں پاکستان سیٹو اور سینٹو کا سرگرم رکن تھا اور بھارت سوویت یونین کا قریبی حلیف ہونے کے باوجود غیر جانبداری کا ڈھنڈورا پیٹ رہا تھا تو امریکہ اور بھارت میں خفیہ تعلقات قائم تھے (مختلف اخبارات و جرائد میں ان تعلقات کا تفصیلی ذکر آ چکا ہے)۔ 1962ء میں بھارت چین سرحدی جھڑپوں کا ڈرامہ رچا کر امریکہ نے اپنے اتحادی کے دشمن بھارت میں اسلحہ کے انبار لگا دیئے۔ 1965ء کی جنگ میں دونوں ممالک پر اسلحہ کی پابندی لگا کے اصلاً پاکستان کو نقصان پہنچایا گیا کیونکہ پاکستان اسلحہ کے معاملہ میں صرف امریکہ پر انحصار کرتا تھا جبکہ بھارت کو اسلحہ کا مین سپلائر سوویت یونین تھا۔ امریکہ چائنہ سفارتی تعلقات قائم کروا کر پاکستان نے دونوں ممالک پر بہت بڑا احسان کیا تھا۔ اس احسان کا ذکر چین نے بارہا کیا ہے لیکن عین اس موقع پر جب پاکستان امریکہ چین سفارتی تعلقات قائم کرانے میں اہم رول ادا کر رہا تھا امریکہ بھارت کے ساتھ مل کر پاکستان کو دولخت کرنے کی سازش کر رہا تھا۔ اپنے اس کارنامے کا ہنری کسنجر نے خود اعتراف کیا ہے۔ چونکہ سوویت یونین امریکہ چین دشمنی کو اپنے حق میں استعمال کر رہا تھا۔ لہٰذا امریکہ اور چین کے سفارتی تعلقات قائم ہونے پر وہ بڑا پیچ پا ہوا۔ امریکہ کا وہ کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا نزلہ فریق ضعیف پر گرا لہٰذا پاکستان کو دولخت کرنے میں سوویت یونین نے بھارت کی بھرپور عملی مدد کی۔

بعد ازاں امریکہ نے اپنے مدمقابل سپر پاور کو نیچا دکھانے کے لئے افغانستان میں پراکسی وار لڑی تو پاکستان نے اپنے کندھے پیش کیے جنہیں بڑی آزادی سے استعمال کیا گیا۔ لیکن جونہی اپنا مقصد حاصل ہوا امریکہ افغانستان سے لاتعلق ہوگیا اور جنگ کے نتائج اکیلے پاکستان کو بھگتنے پڑے۔ کلاشنکوف کلچر اور ہیروئن مافیا نے پاکستان کو شدید نقصان پہنچایا۔ امریکہ سپر پاور سے سپریم پاور بنا اور اپنی دوستی کا رخ بھارت کی طرف پھیر لیا۔ بھارت کو اپنا سٹریٹجک پارٹنر کہا گیا' اسے اپنا فطری حلیف قرار دیا گیا اور نیو ورلڈ آرڈر میں بھارت کی حیثیت جنوبی ایشیا کے چودھری یا تھانیدار کی طے کی گئی۔ اس دوران نائن الیون کا حادثہ ہوگیا۔ وہ جونیئر بش جو صدارتی امیدوار کی حیثیت سے یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ پاکستان کے صدر کا نام کیا ہے مشرف پر صدقے واری ہونے لگا۔ پاکستان کو دہشت گردی کے خلاف عالمی اتحاد کا اہم ترین رکن قرار دیا گیا۔ اس کے قرضے ری شیڈول کئے گئے۔ امریکی انتظامیہ کے صف اول کے لوگ دھڑا دھڑ پاکستان میں مشرف کی زیارت حاصل کرنے آنے لگے اور یوں امریکہ افغانستان پر قابض ہوگیا ہے۔

آج کا منظر یہ ہے کہ امریکہ پر منکشف ہوا ہے کہ پاکستان نے کسی زمانہ میں شمالی کوریا سے میزائل کے بدلہ میں ایٹمی تعاون کیا تھا۔ اس کبیرہ گناہ کی پاداش میں پاکستان کو سخت ترین الفاظ میں وارننگ دی گئی ہے۔ پاکستان کو بتایا گیا کہ القاعدہ کے لوگ اور امریکہ کے مخالف افغانستان میں جنگ کرنے والے حملہ کرنے کے بعد پاکستان فرار ہو جاتے ہیں ان کا تعاقب لازم ہے۔ لہٰذا ایسے افراد کے خلاف کارروائیاں کرنے کے لئے امریکہ کو پاکستان کی سرحدوں کے اندر کھلی چھٹی ہونی چاہئے۔ اسی ماہ یعنی جنوری کے وسط میں امریکی میزائل دفاعی نظام کے سلسلہ میں انڈو یو ایس اے ڈیفنس پالیسی گروپ کے زیر

(باقی صفحہ 12 پر)

جہانگیر کا مذہب

اکبر بادشاہ نے 1605ء میں وفات پائی اور ملا عبدالقادر بدایونی کی ''منتخب التواریخ'' 1595ء پر ختم ہو جاتی ہے۔ ابوالفضل کا قتل 1602ء میں ہوا اور اکبر کے مرنے سے پہلے اُس کی کتاب ''آئین اکبری'' اور ''اکبر نامہ'' ختم ہو گئے۔ پس اکبر کے مذہبی خیالات کے تغیرات کا ذکر آخری دس برس میں کسی مورخ نے نہیں لکھا۔ شہنشاہ اکبر کے مذہبی خیالات ہمیشہ بدلتے رہتے تھے۔ معلوم نہیں کہ آخری دس سال میں اُن میں کیا تبدیلی پیدا ہوئی۔

جہانگیر نے اپنی چھوٹی توزک میں باپ کے مرنے کا حال بہت دلچسپ لکھا ہے ہے۔ روز سہ شنبہ' ہشتم جمادی الاولیٰ کو میرے باپ و مرشد کا سانس تنگ ہوا اور وقتِ رحلت قریب آ گیا۔ فرمایا: ''کسی آدمی کو بھیج کر میرے کل امراء اور مقربوں کو بلا لو تا کہ میں تجھ کو اُن کے سپرد کروں' اور اپنا کہا سنا اُن سے معاف کراؤں۔ انہوں نے برسوں میری ہم رکابی میں جانفشانی کی ہے''۔

اُمراء حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے اُن کی طرف منہ کر کے اپنا کہا سنا معاف کرایا اور چند فارسی اشعار پڑھے۔ مرنے کے وقت والد ماجد اور میرے مرشد نے فرمایا ''میراں صدر جہاں کو بلاؤ کہ وہ کلمۂ شہادت پڑھے''۔ میراں صدر جہاں (اُس وقت کے سب سے بڑے عالم) حاضر ہوئے اور دوزانو ادب سے بیٹھ کر کلمۂ شہادت پڑھنا شروع کیا۔ بادشاہ نے خود اپنی زبان سے کلمۂ شہادت بلند آواز سے پڑھا' اور میراں صدر جہاں سے فرمایا کہ سرہانے بیٹھ کر سورۂ یاسین اور دعاء عدیلہ پڑھیں۔ جب میراں صدر جہاں نے سورۂ یاسین پڑھ کر دعائے عدیلہ ختم کی تو بادشاہ کی آنکھ سے آنسو نکلے اور جانِ آفرین کو جاں سپرد کی''۔

گویا دینِ الٰہی کے موجد اکبر نے ایک راسخ العقیدہ مسلمان کی حیثیت سے وفات پائی۔ ''رودِ کوثر'' کے مصنف شیخ محمد اکرام کو اس اندراج پر شبہ ہے' لیکن وہ اپنے شبے کی وجہ بیان کرنے کی بجائے اس کے حق میں ثبوت و دلائل پیش کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں 'سفیرِ انگلستان سر طامس رو' جو اس واقعے کے پندرہ بیس سال بعد ہندوستان آیا اور جس نے مقامی حالات کے متعلق ایک تفصیلی خط انگلستان کے لاٹ پادری کو لشکر شاہی سے لکھا۔ اُس کا خیال ہے کہ اکبر کی وفات بطور ایک مسلمان ہوئی۔ اسی طرح جب پرتگیز پادری بوٹیلو سے بیجاپور کے عادل شاہی بادشاہ نے پوچھا کہ اکبر کس مذہب پر فوت ہوا تو پادری صاحب نے بڑے افسوس سے کہا کہ میری تو خدا سے التجا تھی کہ ایسا نہ ہوتا' لیکن اکبر ہمیں غلط امیدیں دلاتا رہا اور بالآخر آپ کے دینِ محمدیؐ پر ہی مرا''۔

اس وقت اسلام کے لئے اکبر کے عقائد سے بھی زیادہ اہم مسئلہ اُس کے جانشین کے مذہب کا تھا۔ اکبر کی زندگی کے آخری ایام میں کوشش ہو رہی تھی کہ جہانگیر کی بجائے جہانگیر کا بیٹا خسرو جانشین ہو۔ خسرو کی بیوی خانِ اعظم کی بیٹی تھی اور خسرو راجا مان سنگھ کا قرابت دار تھا۔ ان دونوں نے اُس کے حق میں کوشش کی' لیکن بعض مسلمان امراء اور بالخصوص شیخ فرید نے اس موقع پر بڑی قابلیت دکھائی۔ انہوں نے نہ صرف جہانگیر کی تخت نشینی کا انتظام کیا۔ بلکہ

سید قاسم محمود

نئے بادشاہ سے اس بات کا وعدہ بھی لیا کہ وہ قوانینِ اسلام کا احترام کرے گا۔

پرتگیز پادری جو اُس زمانے میں آگرے میں موجود تھے اور اکبر کو مرتے وقت ہی بپتسمہ دینے کے لئے لحظہ لحظہ کی خبر منگاتے رہتے تھے' اس واقعے کی نسبت لکھتے ہیں (بحوالہ ''رودِ کوثر''): امراء نے بالآخر فیصلہ کیا کہ حکومت اُسی کو دینی چاہئے جو اُس کا قانوناً حقدار ہے۔ چنانچہ ایک برگزیدہ امیر (شیخ فرید) جسے دوسرے امراء نے اپنا نمائندہ چنا تھا' شہزادہ (جہانگیر) کے پاس آیا اور امراء کی طرف سے اُس سے کہا کہ ہم سب آپ کی بادشاہت کی حمایت کریں گے' بشرطیکہ آپ اس بات کی قسم اٹھائیں کہ آپ شرع محمدی کا تحفظ کریں گے اور اپنے بیٹے خسرو یا اُس کے طرف داروں کو کوئی سزا نہ دیں گے۔ شاہزادے نے ان شرطوں کو پورا کرنے کی قسم اٹھائی اور بہت سے پہرہ داروں کے ساتھ اپنے باپ کی ملاقات کو چلا''۔

قدرت نے فطری طور پر جہانگیر کو بہتر استعداد اور صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ وہ جس طرح اپنے ذاتی حقوق' منافع اور عیش و عشرت کی حفاظت چاہتا تھا' اسی طرح وہ رعایا کے راحت و آرام اور آسودگی کا بھی خواہاں تھا۔ رعایا کا درد اُس کے دل میں تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ بادشاہ پر فرض ہے کہ وہ جنگل کے درندوں اور چرندوں اور ہوا کے پرندوں تک کی حفاظت کرے اور اپنے تخت کے نیچے کے جانوروں کی بھی حق رسی کرے''۔ چنانچہ وہ اپنی ''توزک'' میں لکھتا ہے:

''جلوس کے بعد سب سے پہلا حکم مجھ سے صادر ہوا کہ زنجیرِ عدل آویزاں کی جائے' تا کہ اگر دارالعدالت کے کارپرداز ستم رسیدوں اور مظلوموں کی دادرسی میں سستی یا کوتاہی کریں تو یہ مظلوم اس زنجیر تک پہنچ کر بذاتِ خود مجھ کو آگاہ کر سکیں''۔

یہ چار من سونے کی زنجیر تھی جس کا ایک کنارہ قلعہ آگرہ کے شاہ برج تھا اور دوسرا کنارہ دریائے جمنا کے دوسرے کنارے پر ایک چٹان سے بندھوا دیا گیا تھا۔ اس زنجیر میں ساٹھ گھنٹیاں تھیں۔ یہ زنجیر استعمال کر کے فریادی براہ راست شہنشاہ کے حضور فریاد کر سکتا تھا۔

بارہ قوانین

جہانگیر ''توزک'' میں لکھتا ہے: ''اس کے ساتھ ساتھ میں نے بارہ احکام صادر کئے تا کہ ان کو دستور العمل قرار دے کر تمام محروسہ ممالک میں اُن پر عمل کیا جائے:

(1) تمغا اور میر بحری نامی محصولات اور ہر قسم کے ٹیکس عائد کرنے کی ممانعت کر دی جو ہر صوبے اور ہر ڈویژن کے جاگیردار اپنے فائدے کے لئے وصول کیا کرتے تھے۔

(2) جن راستوں پر چوریاں اور ڈکیتیاں زیادہ ہوں اور راستے آبادیوں سے فاصلے پر ہوں' اُن راستوں کے اوپر مسجدیں' سرائے اور کنوئیں بنوائے جائیں تا کہ ان راستوں پر آبادی رہے۔ سوداگروں اور تاجروں کو راستے میں اُن کی اجازت کے بغیر نہ کھولا جائے۔

(3) کافر ہو یا مسلمان جو بھی ممالکِ محروسہ میں رہتا ہو' اُس کے مرنے پر اُس کا مال اس کے ورثاء کو دیا جائے۔ کوئی شخص اس میں دست اندازی نہیں کر سکتا۔ اور اگر وارث نہ ہو تو اس ترکے کی حفاظت کے لئے ایک تحویل دار مستقل طور پر متعین کیا جائے' تا کہ اس کو مسجدوں' سرائے' شکستہ پلوں کی تعمیر' تالابوں اور کنوؤں کے بنوانے میں یعنی اُن کاموں میں جن کو شریعت نے ایسے مال کا مصرف قرار دیا ہے' خرچ کرے۔

(4) شراب وغیرہ یعنی وہ تمام مسکرات جو شرعاً ممنوع ہیں' نہ بنائی جائیں' نہ بیچی جائیں۔ میں خود اگرچہ شراب پیتا ہوں اور اٹھارہ سال کی عمر سے اس وقت تک کہ میری عمر اڑتیس سال ہے' کبھی ناغہ نہیں ہوئی۔ اوائل اوائل میں شراب خوری کا حریص تھا۔ کبھی کبھی دو آتشہ شراب کے بیس پیالے پی جایا کرتا تھا۔ جب اس نے رفتہ رفتہ میرے اعضا اور قویٰ

پر لٹر ڈالنا شروع کیا تو میں اس کے کم کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ سات سال کے عرصے میں پندرہ پیالے کی بجائے پانچ چھ پیالے کر دیئے جو مختلف اوقات میں پیا کرتا تھا۔ اس کے بعد صرف رات کا وقت مقرر کیا اور اب میں مجبوراً صرف کھانا ہضم کرنے کے لئے پیتا ہوں۔

(5) کسی کے مکان کو نزول نہ بنائیں (عموماً قاعدہ تھا کہ لشکر یا سرکاری حکام سفر میں باشندگانِ آبادی کے مکانات خالی کرا کر اُن میں قیام کیا کرتے تھے۔ اسی کو نزول کہا جاتا تھا جس کی ممانعت کر دی گئی)

(6) کوئی شخص کسی سزا میں کسی مجرم کے ناک' کان نہ کاٹے اور میں بھی اپنے خدا کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ کسی کو اس سزا سے معیوب نہ کروں گا۔

(7) کوئی جاگیردار رعایا کی زمین لے کر خود کاشت نہ بنائے۔

(8) شاہی جائیداد کا کوئی حاکم یا کوئی جاگیردار کسی باشندے کے ہاں سرکاری اجازت کے بغیر نکاح نہ کرے۔

(9) شہروں میں ہسپتال بنائے جائیں اور جو کچھ اُن کے مصارف ہوں' شاہی جاگیر سے ادا کئے جائیں۔

(10) اپنے والد بزرگوار کے طریق کے بموجب میں بھی حکم کرتا ہوں کہ میری پیدائش کے دن یعنی 18 ربیع الاول کو اور ہفتے میں دو دن یعنی جمعرات کو جو میرے جلوس کا دن ہے اور اتوار کو جو میرے والد بزرگوار کی پیدائش کا دن ہے' کوئی جانور ذبح نہ کیا جائے۔ والد بزرگوار اتوار کے دن کی تعظیم کیا کرتے تھے کیونکہ یہ دن ''حضرت نیر اعظم'' (یعنی سورج کی طرف منسوب ہے۔ نیز اسی دن کو وہ ابتدائے آفرینش کا دن سمجھتے تھے۔

(11) والد بزرگوار کے زمانے میں جن جن کے جو منصب' عہدے' وظیفے مقرر تھے وہ بدستور باقی رکھے جائیں۔ اور ممالک محروسہ کے اماموں کے متعلقین کے مدد معاش' ان فرامین کے بموجب جو ان کے پاس باقی ہیں' بدستور باقی رکھے جائیں۔

(12) تمام مجرم جو عرصے سے قید خانوں میں پڑے ہوئے ہیں' رہا کر دیئے جائیں۔

جہانگیر کے ان بارہ احکام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ رعایا کا کس قدر خیر خواہ تھا۔ اُس کے دل میں مذہب کا کافی احترام تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو ''نیاز مندانِ درگاہِ الٰہی'' لکھتا تھا۔ جلوس کے پہلے سال بھی پنڈتوں سے مناظرہ کیا۔ جہانگیر کے چند عالمانہ سوالات پیش کرنے کے بعد جب وہ لایعنی عذر کرنے لگے اور لاجواب ہو گئے تو جہانگیر نے کہا ''یہ مورتیاں معبود حقیقی کی جانب کس طرح وسیلہ بن سکتی ہیں؟''

نئے سکوں پر کلمۂ شہادت نقش کرانا مذہب پسندی کی کافی دلیل ہے۔ شب جمعہ میں علماء و صلحاء سے مصاحبت رکھتا تھا۔ عبادت میں رات گزارتا۔ اُس وقت شراب قطعاً نہ چھوتا۔ اکبر آفتاب کے ناموں کی تسبیح پڑھا کرتا تھا۔ مگر جہانگیر نے علماء سے اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنہ لکھوائے اور ان کا ورد رکھا کرتا تھا۔

اکبر نے دربار میں جماعت نماز ممنوع کر دی تھی اور صفیں بھی خارج کرا دی تھیں' مگر جہانگیر نے ہرنوں کی کھالوں کی جا نمازیں بنوا کر دیوانِ خاص اور دیوانِ عام میں ڈلوا دیں تا کہ ان پر نماز پڑھا کریں۔

اکبر نے ہندوؤں کے عقیدے کے بموجب خنزیر کی تعظیم شروع کرا دی تھی' مگر جہانگیر جب اجمیر شریف گیا تو وہاں ایک مورتی نظر سے گزری جو سنگ سیاہ سے تراشی گئی تھی۔ گردن سے اوپر خنزیر کی شکل اور نیچے آدمی کی شکل۔ اور عقیدۂ ناقص ہنود کا یہ کہ (معاذ اللہ) حکیم علیم نے کسی وقت کسی مصلحت سے اس صورت میں جلوہ فرمایا تھا۔ میں نے حکم کیا کہ اس کریہہ صورت کو توڑ کر تالاب میں ڈال دیں''۔

اکبر برہمنوں کے ہاتھوں اپنی پیشانی پر قشقہ لگواتا تھا' مگر جہانگیر نے ''گروارجن'' کو اس بنا پر سزا دی کہ اُس نے سلطان خسرو (پسر جہانگیر) کے ڈیرے میں آ کر مصنوعی بزرگی کے گھمنڈ میں قشقہ لگایا تھا۔

سال پنجم جلوس کے واقعات میں جہانگیر ''توزک'' میں لکھتا ہے: ''معلوم ہوا کہ کوکب پسر قمر خان نے ایک سنیاسی سے آشنائی پیدا کر لی' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سنیاسی کی باتیں جو سراسر کفر اور زندقہ تھیں' جاہل کوکب کی دل میں جگہ کر گئیں۔ کوکب نے اپنے چچازاد بھائی عبداللطیف اور شریف کو بھی اس ضلالت اور گمراہی میں اپنا شریک بنا لیا ہے۔ جب یہ بات ہمیں معلوم ہوئی' اُن کو حضور میں طلب کیا گیا۔ معمولی سی دھمکی میں انہوں نے اپنے وہ حیا سوز واقعات ذکر کر دیے جن کے بیان کرنے سے بھی طبیعت شرماتی ہے۔ اُن کی تادیب و تنبیہ کو ضروری سمجھا۔ کوکب و شریف کو جیل خانہ میں بھیج دیا۔ اور عبداللطیف کے سو کوڑے اپنے سامنے لگوائے۔ یہ خاص تنبیہ حفظِ شریعت کے لئے کی گئی۔ تا کہ دوسرے جاہل اس قسم کی باتوں کی ہوس نہ کریں''۔

کشمیر جاتے ہوئے معلوم ہوا کہ راجور محل کے اطراف میں نومسلموں میں اب تک یہ رسم جاری ہے کہ مُردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی زندہ قبر میں دفن کر دیتے ہیں۔ غریب آدمی کے ہاں لڑکی ہوتی ہے تو وہ اُس کو مار ڈالتا ہے۔ نیز ہندوؤں کو لڑکیاں دیتے ہیں۔ جہانگیر لکھتا ہے: ''لڑکیاں لینا تو بہت بہتر ہے' لیکن دینا نعوذ باللہ۔ فرمان صادر ہوا آئندہ ان کاموں کے پاس بھی نہ جائیں۔ اور جو شخص اس قسم کی بدعتوں کا مرتکب ہوا اُس کو سخت سزا دی جائے''۔

جلوس کے سولھویں سال جہانگیر قلعہ کانگڑہ کی سیر کو گیا تو ''حکم کیا کہ قاضی اور میر عدل اور دوسرے علمائے اسلام ہم رکاب رہ کر جملہ شعائرِ اسلام اور شرائطِ دینِ محمدی کو قلعہ مذکور میں ادا کریں۔ چنانچہ ایزد سبحان کی توفیق سے اذان' خطبہ' ذبح گاؤ وغیرہ جن سے یہ قلعہ ابتدائے تعمیر سے آج تک ناآشنا تھا' خود اپنے سامنے ان پر عمل کرایا۔ خداوند عالم کی اس بہت بڑی بخشش پر' جس کی توفیق کسی بادشاہ کو نہ ہوئی تھی اور بڑے بڑے بادشاہ اس سے عاجز رہے تھے' شکر کی نفلیں پڑھیں اور حکم کیا کہ قلعہ کے اندر ایک بہت بڑی مسجد بنوا دیں''۔

عوام کی خیر خواہی' اخلاق اور دینِ اسلام کے سلسلے میں جہانگیر میں ایک طرف یہ خوبیاں تھیں' دوسری طرف مذہبی اُمور میں اُس کا ایک برعکس رُخ بھی تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے جہانگیر کے اس برعکس مذہبی رُخ ہی کو پھیرنے اور اعتدال کی راہ پر لانے میں دعوت و عزیمت کا حق ادا کیا۔ جہانگیر کا یہ برعکس رخ کیا تھا؟ آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیے۔ (جاری ہے)

بقیہ: منبر و محراب

Banking کا نظام رائج کیا جس کی بنیاد سود پر ہے۔ تا کہ نورِ حق سے آدم محروم ہو جائے۔ چنانچہ جب تک اس باطل نظام کو تہ و بالا نہ کر دیا جائے' دانش' تہذیب اور دین سب بے معنی ہیں' ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

غیر اللہ کی حاکمیت پر مبنی جو بھی نظام ہوگا وہ لازماً استحصالی ہوگا۔ اس میں عدل و انصاف نہیں ہو سکتا۔ اس کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ انسانی ترقی کا نقطۂ عروج امریکہ جو نیو ورلڈ آرڈر کا نعرہ لگا رہا ہے' اس کا بھیانک روپ ساری دنیا کے سامنے آ چکا ہے۔ یہ تو ''Might is Right'' یعنی جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے قانون کا علمبردار ہے۔ معلوم ہوا کہ دینِ حق کے سوا جو بھی قانون اور نظام ہوگا وہ استحصالی ہوگا اور ظلم و جبر پر مبنی ہوگا۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جہاں عدل و انصاف نہ ہو وہاں انسان ذہناً مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔

لہٰذا شیطانی نظام باطل سے انسانیت کو نجات دلانا ہی رحمت للعالمین کا سب سے بڑا مظہر ہے اور اس کے لئے جہاد و قتال ناگزیر ہے۔ عدل و قسط اور امن و امان سوائے اسلامی نظام کے دنیا میں ممکن ہی نہیں۔ دنیا میں سلامتی اور امن کا ضامن صرف اسلام ہے۔ لیکن یہ اس وقت ہوگا جب اسلام غالب ہو' پھر اس کی برکات ظاہر ہوں گی۔ معاشی عدل' سیاسی عدل' انسانی حقوق' آزادیٔ رائے' ان سب کا حصول دینِ حق کے ذریعے ہی ممکن ہوگا جس کے لئے جہاد و قتال کے مراحل لازماً طے کرنا پڑیں گے۔ OO

(مرتب: فرقان دانش خان)

مسلم اُمہ: خبروں کے آئینہ میں

افغانستان

23 دسمبر کو افغانستان کے دارالحکومت کابل میں افغانستان کے چھ ہمسایہ ممالک نے "علامیہ کابل" پر دستخط کئے جس کے تحت افغانستان کے چھ ہمسایہ ممالک نے افغانستان کے معاملات میں عدم مداخلت کا معاہدہ کیا اور تعمیری و مثبت دوطرفہ تعلقات کو فروغ دینے کے عزم کا اظہار کیا' جو علاقائی خودمختاری' باہمی احترام' باہمی تعاون اور ایک دوسرے کے داخلی معاملات میں عدم مداخلت کے اصولوں پر مبنی ہوں گے۔ علامیہ میں ان ممالک نے دہشت گردی' انتہاپسندی اور منشیات کی سمگلنگ پر قابو پانے کے لئے کام کرنے کے عزم کا اظہار کیا۔ طالبان حکومت کے خاتمے کے بعد امریکا اور اُس کے اتحادی ملکوں کی مدد سے بون معاہدے کے تحت قائم ہونے والی حامد کرزئی حکومت کی پہلی سالگرہ کے موقع پر افغانستان کے ساتھ پاکستان' ایران' چین' ازبکستان' تاجکستان اور ترکمانستان کے نمائندوں نے "علامیہ کابل" پر دستخط کئے۔

اس موقع پر پاکستان کے وزیر خارجہ میاں خورشید محمود قصوری نے امریکا اور اتحادی ملکوں سے مطالبہ کیا کہ افغانستان میں علاقائی جنگی کمانڈروں' جنگجو سرداروں کے اثر ورسوخ کو ختم کرنے اور صدر حامد کرزئی کی حکومت کو مستحکم کرنے کے لئے امن فوج کابل سے باہر دوسرے علاقوں میں بھی تعینات کی جائے۔ انہوں نے واضح کیا کہ پاکستان افغانستان میں مداخلت نہیں کر رہا اور نہ کبھی مداخلت کی گئی۔

چیچنیا

روسی آمریت کے خلاف چیچنیا کے مسلمانوں نے ایک مرتبہ پھر اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا' جس سے حاجی مراد اور امام شامل کے حریت پسندانہ جہاد کی یاد تازہ ہوگئی۔ چیچنیا کے دارالحکومت گروزنی میں ماسکو نواز حکومت کے ہیڈکوارٹر میں چیچن جان بازوں کے دو طاقتور خودکش دھماکوں میں 46 افراد ہلاک اور 60 زخمی ہو گئے۔ مجاہدین بارود سے بھرے ہوئے ٹرک اور جیپ میں سوار ہو کر آئے اور حفاظتی باڑ توڑتے ہوئے سرکاری ہیڈکوارٹر میں داخل ہو گئے اور تیزی سے بم دھماکے کر کے واپس آ گئے۔

اس واقعے سے چند روز پہلے مجاہدین کے ایک اہم چیچن کمانڈر سلمان رادیوف جیل میں پُراسرار طور پر انتقال کر گئے تھے۔ وہ مجاہدین کے اُس گروہ کے سربراہ تھے جس نے جمہوریہ داغستان میں 1996ء میں حملہ کیا اور اس حملے کے دوران تین ہزار افراد کو ایک ہسپتال میں یرغمال بنالیا تھا جن میں سے کئی افراد کو انسانی ڈھال کے طور پر استعمال کیا گیا تھا۔ چیچن رہنما کو 25 دسمبر 2001ء کو داغستانی عدالت نے دہشت گردی اور قتل کے الزامات کے تحت عمر قید کی سزا دی تھی۔ سلمان سابق چیچن صدر جوہر دوایوف کے داماد تھے' بتایا جاتا ہے کہ حالیہ خودکش بم دھماکے سلمان کی پُراسرار موت کے خلاف انتقامی کارروائی کے طور پر کئے گئے جن کی ذمہ داری اُن کے پیروکار مجاہدین نے قبول کر لی ہے۔

عراق

نیا سال شروع ہوتے ہی امریکا نے اپنی خارجہ سیاست میں ایک نیا رخ پیدا کر لیا ہے۔ غصیلے صدر جارج واکر بش نے بڑے دھیمے اور معتدل لہجے میں اپنی پریس کانفرنس میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ ابھی تک عراق میں تباہی پھیلانے والے اسلحے کا ثبوت نہیں ملا ہے۔ سیاسی تجزیہ کاروں نے جارج بش کے رویے میں نرمی پیدا کرنے والے تین عوامل کی نشان دہی کی ہے۔ اول جہاں ایک طرف امریکا عراق پر حملے کے لئے مختلف بہانے ڈھونڈ رہا ہے' وہیں امریکا اور برطانیہ کے شہریوں نے جنگ کی صورت میں عراق کے اہم مقامات کی حفاظت کے لئے شہریوں کی ایک انسانی ڈھال بنانے کا عندیہ دیا ہے۔ دوم' عراق میں اسلحے کے بین الاقوامی معائنہ کاروں نے عراق کے چپے چپے کا معائنہ کرنے کے بعد اب تک کوئی واضح اور ٹھوس ثبوت حاصل نہیں کیا' جو امریکی حملے کا جواز بن سکے۔ سوم' امریکا کے اتحادی ملکوں مثلاً جرمنی' فرانس' بلجیئم وغیرہ نے امریکا کا ساتھ دینے سے صاف انکار کر دیا ہے' حتیٰ کہ روس نے خلیج میں فوجی کارروائیوں پر نظر رکھنے کے لئے اپنا تباہ کن جنگی بیڑا خلیج روانہ کر دیا ہے۔ بعض تجزیہ نگاروں نے لکھا ہے کہ جارج بش کا نرم رویہ ایک جنگی چال ہے' کیونکہ اُن کی پریس کانفرنس کے بعد عراق پر حملے کی تیاری کا حکم بھی جاری ہو گیا ہے' جس کے مطابق امریکی جنگی بیڑے اور ہزاروں فوجی خلیج روانہ ہو گئے ہیں۔ بحری جہازوں کو 96 گھنٹے کے نوٹس پر حملے کے لئے تیار رہنے کا حکم جاری ہو گیا ہے۔ برّی فوج کے دو بریگیڈ کو بھی الرٹ کر دیا گیا ہے۔ اُدھر عراق نے اعلان کیا ہے کہ حملہ آوروں کا گلی گلی مقابلہ کریں گے اور انہیں ایسا سبق سکھائیں گے کہ ساری عمر یاد رکھیں گے۔

پاکستان

عراق کے بارے میں امریکی صدر جارج بش کی تبدیل شدہ ڈپلومیسی کا تجزیہ بعض پاکستانی سیاست دانوں کے خیال میں یہ ہے کہ اب امریکا اسرائیل کے سب سے بڑے دشمن اور واحد اسلامی ایٹم بردار طاقت یعنی پاکستان کے خلاف یہ نعرہ لگانا چاہتا ہے کہ "سب سے پہلے پاکستان"۔ چنانچہ امریکا نے پے در پے چند حملہ آور اشارے دیے ہیں: مثلاً امریکہ میں مقیم پاکستانی باشندوں کو نیشنل سیکورٹی اینڈ انٹری ایگزٹ رجسٹریشن سسٹم میں شامل کیا گیا۔ اس حکم کے مطابق 16 سال سے زائد عمر کے مردوں کو اپنا نام امریکی حکام کے پاس رجسٹر کروانا ہوگا اور اپنی تصویر کے علاوہ انگلیوں کے نشان بھی جمع کرانے ہوں گے۔ عدم تعمیل پر انہیں ملک سے باہر نکال دیا جائے گا۔ پاکستان اور سعودی عرب کے علاوہ اٹھارہ ممالک کی جو فہرست جاری کی گئی ہے اُس میں سوائے شمالی کوریا کے باقی سب مسلمان ممالک ہیں۔ نیز ڈاکٹر سلطان بشیر الدین محمود اور ڈاکٹر عامر عزیز کے بعد اب ڈاکٹر احمد جاوید خواجہ اور اُن کے اہل خانہ کو امریکی ایجنسی نے پاکستانی ادارے کے ساتھ مل کر گرفتار کیا اور چوہنگ کے عقوبت خانے میں بے دردی سے سلوک کیا گیا۔ یا مثلاً اب پاکستان سرحدوں پر امریکی فوج نے بمباری شروع کر دی ہے اور پاکستانی اسکاؤٹوں کی مزاحمت کرنے پر امریکی حکومت نے یہ اعلان کیا ہے کہ پاکستانی سرحدوں میں دہشت گردوں کے تعاقب میں داخل ہونا اُن کا حق ہے۔

تاہم چند اچھی خبریں بھی سامنے آئی ہیں مثلاً ایرانی صدر ڈاکٹر سید محمد خاتمی کا پاکستانی دورہ جس میں انہوں نے پاکستان کے ساتھ اقتصادی تعاون بڑھانے کے علاوہ کشمیریوں کے حق خود ارادیت کی حمایت پر ایسا زوردار بیان دیا جس سے بھارتی وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی بھی بلبلا اٹھے۔

ترکمانستان کے دارالحکومت اشک آباد میں افغانستان کے راستے گیس پائپ لائن کے لئے ایک معاہدہ ہوا' جس پر پاکستان کے وزیراعظم میر ظفر اللہ جمالی' افغانستان کے صدر حامد کرزئی اور ترکمانستان کے صدر نیازوف نے دستخط کئے۔ 1460 کلومیٹر طویل گیس پائپ لائن ترکمانستان کے مقام دولت آباد کے ذخائر سے نکالی جائے گی جو گیس کی دنیا کے پانچویں بڑے ذخائر ہیں۔

پر لشڑ ڈالنا شروع کیا تو میں اس کے کم کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ سات سال کے عرصے میں پندرہ پیالے کی بجائے پانچ چھ پیالے کر دیئے جو مختلف اوقات میں پیا کرتا تھا۔ اس کے بعد صرف رات کا وقت مقرر کیا اور اب میں مجبوراً صرف کھانا ہضم کرنے کے لئے پیتا ہوں۔

(5) کسی کے مکان کو نزول نہ بنائیں (عموماً قاعدہ تھا کہ لشکر یا سرکاری حکام سفر میں باشندگانِ آبادی کے مکانات خالی کرا کر اُن میں قیام کیا کرتے تھے۔ اسی کو نزول کہا جاتا تھا جس کی ممانعت کر دی گئی)

(6) کوئی شخص کسی سزا میں کسی مجرم کے ناک' کان نہ کاٹے اور میں بھی اپنے خدا کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ کسی کو اس سزا سے معیوب نہ کروں گا۔

(7) کوئی جاگیردار رعایا کی زمین لے کر خود کاشت نہ بنائے۔

(8) شاہی جائیداد کا کوئی حاکم یا کوئی جاگیردار کسی باشندے کے ہاں سرکاری اجازت کے بغیر نکاح نہ کرے۔

(9) شہروں میں ہسپتال بنائے جائیں اور جو کچھ اُن کے مصارف ہوں' شاہی جاگیر سے ادا کئے جائیں۔

(10) اپنے والد بزرگوار کے طریق کے بموجب میں بھی حکم کرتا ہوں کہ میری پیدائش کے دن یعنی 18 ربیع الاول کو اور ہفتے میں دو دن یعنی جمعرات کو جو میرے جلوس کا دن ہے اور اتوار کو جو میرے والد بزرگوار کی پیدائش کا دن ہے' کوئی جانور ذبح نہ کیا جائے۔ والد بزرگوار اتوار کے دن کی تعظیم کیا کرتے تھے کیونکہ یہ دن "حضرت نیرِ اعظم" (یعنی سورج کی طرف منسوب ہے۔ نیز اسی دن کو وہ ابتدائے آفرینش کا دن سمجھتے تھے۔

(11) والد بزرگوار کے زمانے میں جن جن کے جو منصب' عہدے' وظیفے مقرر تھے وہ بدستور باقی رکھے جائیں۔ اور ممالک محروسہ کے اماموں کے متعلقین کے مدد معاش' ان فرامین کے بموجب جو ان کے پاس باقی ہیں' بدستور باقی رکھے جائیں۔

(12) تمام مجرم جو عرصے سے قید خانوں میں پڑے ہوئے ہیں' رہا کر دیئے جائیں۔

جہانگیر کے ان بارہ احکام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ رعایا کا کس قدر خیر خواہ تھا۔ اُس کے دل میں مذہب کا کافی احترام تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو "نیاز مندانِ درگاہِ الٰہی" لکھتا تھا۔ جلوس کے پہلے سال بھی پنڈتوں سے مناظرہ کیا۔ جہانگیر کے چند عالمانہ سوالات پیش کرنے کے بعد جب وہ لایعنی عذر کرنے لگے اور لاجواب ہو گئے تو جہانگیر نے کہا "یہ مورتیاں معبودِ حقیقی کی جانب کس طرح وسیلہ بن سکتی ہیں؟"

نئے سکوں پر کلمۂ شہادت نقش کرانا مذہب پسندی کی کافی دلیل ہے۔ شب جمعہ میں علماء و صلحاء سے مصاحبت رکھتا تھا۔ عبادت میں رات گزارتا۔ اُس وقت شراب قطعاً نہ چھوتا۔ اکبر آفتاب کے ناموں کی تسبیح پڑھا کرتا تھا۔ مگر جہانگیر نے علماء سے اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنہ لکھوائے اور ان کا ورد رکھا کرتا تھا۔

اکبر نے دربار میں جماعت نماز ممنوع کر دی تھی اور صفیں بھی خارج کرا دی تھیں' مگر جہانگیر نے ہرنوں کی کھالوں کی جانمازیں بنوا کر دیوانِ خاص اور دیوانِ عام میں ڈلوا دیں تاکہ اُن پر نماز پڑھا کریں۔

اکبر نے ہندوؤں کے عقیدے کے بموجب خنزیر کی تعظیم شروع کرا دی تھی' مگر جہانگیر جب اجمیر شریف گیا تو وہاں ایک مورتی نظر سے گزری جو سنگ سیاہ سے تراشی گئی تھی۔ گردن سے اوپر خنزیر کی شکل اور نیچے آدمی کی شکل۔ اور عقیدۂ ناقص ہنود کا یہ کہ (معاذ اللہ) حکیم علیم نے کسی وقت کسی مصلحت سے اس صورت میں جلوہ فرمایا تھا۔ میں نے حکم کیا کہ اس کریہہ صورت کو توڑ کر تالاب میں ڈال دیں"۔

اکبر برہمنوں کے ہاتھوں اپنی پیشانی پر قشقہ لگواتا تھا' مگر جہانگیر نے "گروارجن" کو اس بنا پر سزا دی کہ اُس نے سلطان خسرو (پسر جہانگیر) کے ڈیرے میں آ کر مصنوعی بزرگی کے گھمنڈ میں قشقہ لگایا تھا۔

سال پنجم جلوس کے واقعات میں جہانگیر "توزک" میں لکھتا ہے: "معلوم ہوا کہ کوکب پسر قمر خان نے ایک سنیاسی سے آشنائی پیدا کر لی' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سنیاسی کی باتیں جو سراسر کفر اور زندقہ تھیں' جاہل کوکب کی دل میں جگہ کر گئیں۔ کوکب نے اپنے چچا زاد بھائی عبداللطیف اور شریف کو بھی اس ضلالت اور گمراہی میں اپنا شریک بنا لیا ہے۔ جب یہ بات ہمیں معلوم ہوئی' اُن کو حضور میں طلب کیا گیا۔ معمولی سی دھمکی میں انہوں نے اپنے وہ حیا سوز واقعات ذکر کر دیے جن کے بیان کرنے سے بھی طبیعت شرماتی ہے۔ اُن کی تادیب و تنبیہ کو ضروری سمجھا۔ کوکب و شریف کو جیل خانہ میں بھیج دیا۔ اور عبداللطیف کے سو کوڑے اپنے سامنے لگوائے۔ یہ خاص تنبیہ حفظِ شریعت کے لئے کی گئی۔ تاکہ دوسرے جاہل اس قسم کی باتوں کی ہوس نہ کریں"۔

کشمیر جاتے ہوئے معلوم ہوا کہ راجور محل کے اطراف میں نومسلموں میں اب تک یہ رسم جاری ہے کہ مُردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی زندہ قبر میں دفن کر دیتے ہیں۔ غریب آدمی کے ہاں لڑکی ہوتی ہے تو وہ اُس کو مار ڈالتا ہے۔ نیز ہندوؤں کو لڑکیاں دیتے ہیں۔ جہانگیر لکھتا ہے: "لڑکیاں لینا تو بہت بہتر ہے' لیکن دینا نعوذ باللہ۔ فرمان صادر ہوا آئندہ ان کاموں کے پاس بھی نہ جائیں۔ اور جو شخص اس قسم کی بدعتوں کا مرتکب ہوا اس کو سخت سزا دی جائے"۔

جلوس کے سولہویں سال جہانگیر قلعہ کانگڑہ کی سیر کو گیا تو "حکم کیا کہ قاضی اور میر عدل اور دوسرے علمائے اسلام ہم رکاب رہ کر جملہ شعائرِ اسلام اور شرائطِ دینِ محمدی کو قلعہ مذکور میں ادا کریں۔ چنانچہ ایزد سبحان کی توفیق سے اذان' خطبہ' ذبح گاؤ وغیرہ جن سے یہ قلعہ ابتدائے تعمیر سے آج تک نا آشنا تھا' خود اپنے سامنے ان پر عمل کرایا۔ خداوند عالم کی اس بہت بڑی بخشش پر' جس کی توفیق کسی بادشاہ کو نہ ہوئی تھی اور بڑے بڑے بادشاہ اس سے عاجز رہے تھے' شکر کی نفلیں پڑھیں اور حکم کیا کہ قلعہ کے اندر ایک بہت بڑی مسجد بنوا دیں"۔

عوام کی خیر خواہی' اخلاق اور دینِ اسلام کے سلسلے میں جہانگیر میں ایک طرف یہ خوبیاں تھیں' دوسری طرف مذہبی اُمور میں اُس کا ایک برعکس رُخ بھی تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے جہانگیر کے اس برعکس مذہبی رُخ ہی کو پھیرنے اور اعتدال کی راہ پر لانے میں دعوت و عزیمت کا حق ادا کیا۔ جہانگیر کا یہ برعکس رخ کیا تھا؟ آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمایئے۔ (جاری ہے)

بقیہ: منبر و محراب

Banking کا نظام رائج کیا جس کی بنیاد سود پر ہے۔ تاکہ نورِ حق سے آدم محروم ہو جائے۔ چنانچہ جب تک اس باطل نظام کو تہہ و بالا نہ کر دیا جائے' دانش' تہذیب اور دین سب بے معنی ہیں' ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

غیر اللہ کی حاکمیت پر مبنی جو بھی نظام ہوگا وہ لازماً استحصالی ہوگا۔ اس میں عدل و انصاف نہیں ہو سکتا۔ اس کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ انسانی ترقی کا نقطۂ عروج امریکہ جو نیو ورلڈ آرڈر کا نعرہ لگا رہا ہے' اس کا بھیانک روپ ساری دنیا کے سامنے آ چکا ہے۔ یہ تو "Might is Right" یعنی جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے قانون کا علمبردار ہے۔ معلوم ہوا کہ دینِ حق کے سوا جو بھی قانون اور نظام ہوگا وہ استحصالی ہوگا اور ظلم و جبر پر مبنی ہوگا۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جہاں عدل و انصاف نہ ہو وہاں انسان ذہناً مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔

لہٰذا شیطانی نظامِ باطل سے انسانیت کو نجات دلانا ہی رحمت للعالمینی کا سب سے بڑا مظہر ہے اور اس کے لئے جہاد و قتال ناگزیر ہے۔ عدل و قسط اور امن و امان سوائے اسلامی نظام کے دنیا میں ممکن ہی نہیں۔ دنیا میں سلامتی اور امن کا ضامن صرف اسلام ہے۔ لیکن یہ اس وقت ہوگا جب اسلام غالب ہو' پھر اس کی برکات ظاہر ہوں گی۔ معاشی عدل' سیاسی عدل' انسانی حقوق' آزادیٔ رائے' ان سب کا حصول دینِ حق کے ذریعے ہی ممکن ہوگا جس کے لئے جہاد و قتال کے مراحل لازماً طے کرنا پڑیں گے۔ ○○

(مرتب: فرقان دانش خان)

مسلم اُمہ: خبروں کے آئینہ میں

افغانستان

23دسمبر کو افغانستان کے دارالحکومت کابل میں افغانستان کے چھ ہمسایہ ممالک نے ''علامیہ کابل'' پر دستخط کیے جس کے تحت افغانستان کے چھ ہمسایہ ممالک نے افغانستان کے معاملات میں عدم مداخلت کا معاہدہ کیا اور تعمیری و مثبت دوطرفہ تعلقات کو فروغ دینے کے عزم کا اظہار کیا' جو علاقائی خودمختاری' باہمی احترام' باہمی تعاون اور ایک دوسرے کے داخلی معاملات میں عدم مداخلت کے اصولوں پر مبنی ہوں گے۔ علامیہ میں ان ممالک نے دہشت گردی' انتہا پسندی اور منشیات کی سمگلنگ پر قابو پانے کے لئے کام کرنے کے عزم کا اظہار کیا۔ طالبان حکومت کے خاتمے کے بعد امریکا اور اُس کے اتحادی ملکوں کی مدد سے بون معاہدے کے تحت قائم ہونے والی حامد کرزئی حکومت کی پہلی سالگرہ کے موقع پر افغانستان کے ساتھ پاکستان' ایران' چین' ازبکستان' تاجکستان اور ترکمانستان کے نمائندوں نے ''علامیہ کابل'' پر دستخط کیے۔

اس موقع پر پاکستان کے وزیر خارجہ میاں خورشید محمود قصوری نے امریکا اور اتحادی ملکوں سے مطالبہ کیا کہ افغانستان میں علاقائی جنگی کمانڈروں' جنگجو سرداروں کے اثر و رسوخ کو ختم کرنے اور صدر حامد کرزئی کی حکومت کو مستحکم کرنے کے لئے امن فوج کابل سے باہر دوسرے علاقوں میں بھی تعینات کی جائے۔ انہوں نے واضح کیا کہ پاکستان افغانستان میں مداخلت نہیں کر رہا اور نہ کبھی مداخلت کی گئی۔

چیچنیا

روسی آمریت کے خلاف چیچنیا کے مسلمانوں نے ایک مرتبہ پھر اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا' جس سے حاجی مراد اور امام شامل کے حریت پسندانہ جہاد کی یاد تازہ ہوگئی۔ چیچنیا کے دارالحکومت گروزنی میں ماسکو نواز حکومت کے ہیڈکوارٹر میں چیچن جان بازوں کے دو طاقتور خودکش دھماکوں میں 46افراد ہلاک اور 60زخمی ہو گئے۔ مجاہدین بارود سے بھرے ہوئے ٹرک اور جیپ میں سوار ہو کر آئے اور حفاظتی باڑ توڑتے ہوئے سرکاری ہیڈکوارٹر میں داخل ہو گئے اور تیزی سے بم دھماکے کر کے واپس آ گئے۔

اس واقعے سے چند روز پہلے مجاہدین کے ایک اہم چیچن کمانڈر سلمان رادیوف جیل میں پُراسرار طور پر انتقال کر گئے تھے۔ وہ مجاہدین کے اُس گروہ کے سربراہ تھے جس نے جمہوریہ داغستان میں 1996ء میں حملہ کیا اور اس حملے کے دوران تین ہزار افراد کو ایک ہسپتال میں یرغمال بنا لیا تھا جن میں سے کئی افراد کو انسانی ڈھال کے طور پر استعمال کیا گیا تھا۔ چیچن رہنما کو 25دسمبر 2001ء کو داغستانی عدالت نے دہشت گردی اور قتل کے الزامات کے تحت عمر قید کی سزا دی تھی۔ سلمان سابق چیچن صدر جوہر دودایوف کے داماد تھے' بتایا جاتا ہے کہ حالیہ خودکش بم دھماکے سلمان کی پُراسرار موت کے خلاف انتقامی کارروائی کے طور پر کیے گئے جن کی ذمہ داری اُن کے پیروکار مجاہدین نے قبول کر لی ہے۔

عراق

نیا سال شروع ہوتے ہی امریکا نے اپنی خارجہ سیاست میں ایک نیا رخ پیدا کر لیا ہے۔ غصیلے صدر جارج واکر بش نے بڑے دھیمے اور معتدل لہجے میں اپنی پریس کانفرنس میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ ابھی تک عراق میں تباہی پھیلانے والے اسلحے کا ثبوت نہیں ملا ہے۔ سیاسی تجزیہ کاروں نے جارج بش کے رویے میں نرمی پیدا کرنے والے تین عوامل کی نشان دہی کی ہے۔ اول جہاں ایک طرف امریکا عراق پر حملے کے لئے مختلف بہانے ڈھونڈ رہا ہے' وہیں امریکا اور برطانیہ کے شہریوں نے جنگ کی صورت میں عراق کے اہم مقامات کی حفاظت کے لئے شہریوں کی ایک انسانی ڈھال بنانے کا عندیہ دیا ہے۔ دوم' عراق میں اسلحے کے بین الاقوامی معائنہ کاروں نے عراق کے چپے چپے کا معائنہ کرنے کے بعد اب تک کوئی واضح اور ٹھوس ثبوت حاصل نہیں کیا' جو امریکی حملے کا جواز بن سکے۔ سوم' امریکا کے اتحادی ملکوں مثلاً جرمنی' فرانس' بلجیم وغیرہ نے امریکا کا ساتھ دینے سے صاف انکار کر دیا ہے' حتیٰ کہ روس نے خلیج میں فوجی کارروائیوں پر نظر رکھنے کے لئے اپنا تباہ کن جنگی بیڑا خلیج روانہ کر دیا ہے۔ بعض تجزیہ نگاروں نے لکھا ہے کہ جارج بش کا نرم رویہ ایک جنگی چال ہے' کیونکہ اُن کی پریس کانفرنس کے بعد عراق پر حملے کی تیاری کا حکم بھی جاری ہو گیا ہے' جس کے مطابق امریکی جنگی بیڑے اور ہزاروں فوجی خلیج روانہ ہو گئے ہیں۔ بحری جہازوں کو 96 گھنٹے کے نوٹس پر حملے کے لئے تیار رہنے کا حکم جاری ہو گیا ہے۔ بری فوج کے دو بریگیڈ کو بھی الرٹ کر دیا گیا ہے۔ اُدھر عراق نے اعلان کیا ہے کہ حملہ آوروں کا گلی گلی مقابلہ کریں گے اور انہیں ایسا سبق سکھائیں گے کہ ساری عمر یاد رکھیں گے۔

پاکستان

عراق کے بارے میں امریکی صدر جارج بش کی تبدیل شدہ ڈپلومیسی کا تجزیہ بعض پاکستانی سیاست دانوں کے خیال میں یہ ہے کہ اب امریکا اسرائیل کے سب سے بڑے دشمن اور واحد اسلامی ایٹم بردار طاقت یعنی پاکستان کے خلاف یہ نعرہ لگانا چاہتا ہے کہ ''سب سے پہلے پاکستان''۔ چنانچہ امریکا نے پے در پے چند حملہ آور اشارے دیے ہیں: مثلاً امریکہ میں مقیم پاکستانی باشندوں کو نیشنل سیکورٹی اینڈ انٹری ایگزٹ رجسٹریشن سسٹم میں شامل کیا گیا۔ اس حکم کے مطابق 16سال سے زائد عمر کے مردوں کو اپنا نام امریکی حکام کے پاس رجسٹر کروانا ہوگا اور اپنی تصویر کے علاوہ انگلیوں کے نشان بھی جمع کرانے ہوں گے۔ عدم تعمیل پر انہیں ملک سے باہر نکال دیا جائے گا۔ پاکستان اور سعودی عرب کے علاوہ اٹھارہ ممالک کی جو فہرست جاری کی گئی ہے' اُس میں سوائے شمالی کوریا کے باقی سب مسلمان ممالک ہیں۔ نیز ڈاکٹر سلطان بشیر الدین محمود اور ڈاکٹر عامر عزیز کے بعد اب ڈاکٹر احمد جاوید خواجہ اور اُن کے اہل خانہ کو امریکی ایجنسی نے پاکستانی ادارے کے ساتھ مل کر گرفتار کیا اور چوہنگ کے عقوبت خانے میں بے دردی سے سلوک کیا گیا۔ یا مثلاً اب پاکستان سرحدوں پر امریکی فوج نے بمباری شروع کر دی ہے اور پاکستانی اسکاؤٹوں کی مزاحمت کرنے پر امریکی حکومت نے یہ اعلان کیا ہے کہ پاکستانی سرحدوں میں دہشت گردوں کے تعاقب میں داخل ہونا اُن کا حق ہے۔

تاہم چند اچھی خبریں بھی سامنے آئی ہیں مثلاً ایرانی صدر ڈاکٹر سید محمد خاتمی کا پاکستانی دورہ جس میں انہوں نے پاکستان کے ساتھ اقتصادی تعاون بڑھانے کے علاوہ کشمیریوں کے حق خودارادیت کی حمایت پر ایسا زوردار بیان دیا جس سے بھارتی وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی بھی بلبلا اٹھے۔

ترکمانستان کے دارالحکومت اشک آباد میں افغانستان کے راستے گیس پائپ لانے کے لئے ایک معاہدہ ہوا' جس پر پاکستان کے وزیر اعظم میر ظفر اللہ جمالی' افغانستان کے صدر حامد کرزئی اور ترکمانستان کے صدر نیازوف نے دستخط کیے۔ 1460 کلومیٹر طویل گیس پائپ لائن ترکمانستان کے مقام دولت آباد کے ذخائر سے نکالی جائے گی جو گیس کی دنیا کے پانچویں بڑے ذخائر ہیں۔

''مسلمانوں کا سیاسی عروج و زوال''

نئی کتاب کا تعارف

گرما گرم پکوڑوں کا مزا تو سب جانتے ہیں (کم از کم محاورے کی حد تک) لیکن گرما گرم کتابوں کا مزا چند خوش نصیب ہی چکھتے ہیں۔ گرم کتاب اور گرما گرم کتاب میں لفظ ''گرما'' کا فرق ہے۔ گرم کتاب وہ ہوتی ہے جس کا موضوع حالاتِ حاضرہ کی مناسبت سے گرم اور ذرا سنسنی خیز ہو۔ گرما گرم کتاب وہ ہوتی ہے جو ابھی ابھی پریس سے چھپ کر نکلی ہو اور اُس کی کمر پر سے جلد ساز کے ہاتھوں کی گوند یالئی کی خوشبو ابھی تک اُٹھ رہی ہو۔

زیر نظر کتاب گرم بھی ہے اور گرما گرم بھی۔ میں ''نگارشات'' پر پہنچا تو اُن کے شوروم میں داخل ہوتے ہی اس کتاب نے استقبال کیا۔ معلوم ہوا کہ ایک گھنٹہ پہلے تیار ہو کر آئی ہے۔ اس کا موضوع ایسا تھا جو ''تجدیدی و احیائی تحریکوں کی تاریخ'' سے (جو ''ندائے خلافت'' میں قسط وار شائع ہو رہی ہے) خاص تعلق رکھتا تھا' اس لئے میں نے اسے دبوچ لیا۔ ٹائٹل پر ایک تشریحی نوٹ درج ہے: ''گزشتہ ڈیڑھ ہزار سال کے دوران دنیا بھر میں اسلامی حکومتوں کے قیام و استحکام اور شکست و ریخت پر ایک مستند تحقیق''۔

اس کی مصنفہ کیرن آرم سٹرانگ ہیں جنہوں نے اب تک اسلام تو قبول نہیں کیا' لیکن اُن کی جدت طراز تحریریں دینِ اسلام اور اسلامی شعائر سے بہت زیادہ متاثر معلوم ہوتی ہیں۔ کیرن سات برس تک ایک رومن کیتھولک نن رہی ہیں۔ اُنہوں نے چرچ میں نن ہونے کے ذاتی تجربے کو ''تنگ دروازہ'' (Through the narrow gate) کے عنوان سے شائع ہونے والی اپنی آپ بیتی میں تفصیل سے بیان کیا ہے جو یورپ میں بہت مقبول ہوئی ہے۔ اُنہوں نے ''خدا کی تاریخ'' کے نام سے ایک اعلیٰ پایے کی تحقیقی کتاب تخلیق کی جسے بین الاقوامی شہرت حاصل ہوئی۔ اس کا موضوع ذاتِ الٰہی اور وجودِ باری تعالیٰ کی جستجو ہے۔ اس جستجو میں اُنہوں نے مسلمان صوفیاء و علماء سے رہنمائی و ہدایت حاصل کی ہے۔ اس کتاب کے تراجم دنیا کی بڑی زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ ''خدا کی تاریخ'' کے نام سے اس کا اردو ترجمہ ''نگارشات'' کے زیر اہتمام شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ فاضل مصنفہ نے ''یروشلم کی تاریخ'' اور ''جنگ فی سبیل اللہ'' (The Battle for God) کے نام سے دو کتابیں تحریر کی ہیں۔ وہ لندن کے لیو بیک کالج برائے مطالعہ صیہونیت میں لیکچرار ہیں۔ مسلم پبلک افیئرز کونسل نے انہیں 1999ء میں ''میڈیا ایوارڈ'' سے نوازا تھا۔

زیر نظر کتاب محترمہ کیرن کی عالمانہ تصنیف ''اسلام: اے شارٹ ہسٹری'' کا اردو ترجمہ ہے جو محمد احسن بٹ صاحب نے دیانت اور خوش اسلوبی سے کیا ہے۔ فاضل مصنفہ نے چونکہ تاریخ اسلام کا مطالعہ سیاسی زاویے سے کیا ہے یعنی اس تصنیف کی حد تک (ورنہ ''خدا کی تاریخ'' میں اُنہوں نے اسلام کا فکری و نظریاتی مطالعہ پیش کیا ہے) اس لئے مترجم نے یہی مناسب سمجھا کہ اردو ترجمے کا عنوان ''مسلمانوں کا سیاسی عروج و زوال'' رکھا جائے۔

روزنامہ ''فنانشل ٹائمز'' کے تبصرہ نگار نے اس کتاب پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھا ہے: ''دنیا کے عظیم ترین مذاہب میں سے ایک' دینِ اسلام کو اس کے وجود میں آنے کے بعد پندرہ سو برس کے دوران میں انتہائی غلط طور پر سمجھا گیا ہے۔ حالیہ صدیوں میں مغربی دنیا ایک مکمل فکری انقلاب سے گزر چکی ہے' تاہم اسلام کے حوالے سے اس کی بے اعتمادی اب بھی وہی ہے جو ازمنۂ وسطیٰ میں اہلِ مغرب میں تھی۔ آخری صلیبی جنگ کے سات صدیوں بعد سے اب تک اسلام کے مقدس مقامات تیل کی دولت سے مالا مال ہیں۔ اس کی افواج جو کبھی الوہی جبروت کا مظہر تھیں' اب سیکولر لبرل ازم سے نبرد آزما ہیں۔ بنیاد پرست' جنونی' عورتوں پر جبر کرنے والے' بے رحم' سفاک' دہشت گرد' استبداد کرنے والے' یہ ہیں نئی اسلامی قہاری کے بارے میں مغربیوں کے مغالطے۔ کیرن آرمسٹرانگ کی زیر نظر کتاب ان سب مغالطوں کو رد کرتے ہوئے ایک ایسا عقیدہ روشنی میں لے کر آتی ہے جس نے سپاہیوں کے ساتھ ساتھ عالموں' صوفیوں اور شاعروں کو بھی متاثر کیا ہے۔ مصنفہ نے واضح کر دکھایا ہے کہ اسلام نہ صرف دنیا کا سب سے زیادہ اہم اور باا ثر مذہب ہے' بلکہ دنیا کی سب سے زیادہ دلکش تہذیب کی اساس بھی ہے۔ یہ کتاب ایک مکمل اور رہنما گائیڈ بھی ہے' نیز تعصب کا تریاق بھی''۔

کتاب کے آغاز میں اسلامی تاریخ کا سن وار تذکرہ ہے جو 24 صفحات پر محیط ہے۔ اس تذکرے میں 610ء میں رسول کریم ﷺ پر مکہ معظمہ میں پہلی وحی کے نزول سے لے کر 1998ء تک کے واقعات سما گئے ہیں۔ حصہ اول کا عنوان ''شروعات'' ہے جس میں رسول اللہ اور خلفائے راشدین کا تذکرہ ہے۔ حصہ دوم بعنوان ''ارتقاء'' میں اُموی اور عباسی خلافت کے علاوہ باطنی تحریک کا بھی احاطہ کیا گیا ہے۔ حصہ سوم بعنوان ''عروج'' میں صلیبی جنگوں' اسلام کی توسیع و اشاعت' منگولوں کا عروج' حصہ چہارم (فاتح اسلام) میں صفوی' مغل اور عثمانی سلطنتوں کا احوال بیان کیا گیا ہے اور آخری حصہ پنجم (المزدہ اسلام) میں عصر حاضر کے زوال پذیر اسلامی ملکوں کی حالت زار کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

عام مورخین کی طرح کیرن نے اپنی اس تاریخ میں محض واقعات کا اندراج نہیں کیا' بلکہ اس کتاب کی بڑی خوبی یہی ہے کہ واقعات سے وارد ہونے والے تاثرات بیان کئے ہیں' اور اس صدی کے سب سے بڑے سوال پر کھل کر اظہار رائے کیا ہے: ''اسلام کا مستقبل کیا ہے؟'' یہ کتاب اُردو میں ''نگارشات'' 24 مزنگ روڈ' لاہور'' نے اپنے روایتی ذوقِ حسن اور شوقِ تاریخ سے شائع کی ہے۔ اسے 2003ء کی پہلی اردو کتاب قرار دیا جا سکتا ہے' کیونکہ یہ یکم جنوری کو چھپ کر آئی اور میں نے یکم جنوری ہی کو حاصل کی۔ (تبصرہ نگار: سید قاسم محمود)

''سوزِ دروں''

نام کتاب: سوزِ دروں
مصنفہ: حمیرا عبید الرحمٰن
ضخامت: 148 صفحات
قیمت: 66 روپے
ملنے کا پتہ: (۱) ڈبائی منزل' A-577 بلاک J نارتھ ناظم آباد' کراچی (۲) مکتبہ نور اسلام۔ رحمٰن مارکیٹ۔ غزنی سٹریٹ' اردو بازار۔ لاہور

سوزِ دروں اصلاحی افسانوں کا مجموعہ ہے۔ مصنفہ دردمند دل اور حساس جذبات رکھتی ہیں۔ اپنے اردگرد کے حالات سے گہرا تاثر لیتی ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تحریر کا سلیقہ عطا کیا ہے اس لئے اُس کا شکر ادا کرنے کے لئے اپنی صلاحیتوں کو صراطِ مستقیم کی طرف چلنے کی دعوت دینے میں استعمال کرتی ہیں۔ اس کتاب میں دیئے گئے چھوٹے چھوٹے افسانے اسی جذبے کا مظہر ہیں۔

وعظ و نصیحت کا سلیقہ خود ایک بڑا نازک فن ہے۔ کیونکہ شائستگی کے ساتھ دی گئی نصیحت تو پُر تاثیر ہوتی ہے جبکہ وہی نصیحت اگر بھونڈے انداز میں کی جائے تو نہ صرف بے اثر رہے گی بلکہ نفرت کے جذبات ابھارے گی۔

(باقی صفحہ 12 پر)

مساجد کے نظام کی تعمیر نو......ضرورت واہمیت

مساجد کا محدود تصور جو بدقسمتی سے آج ہمارے ذہنوں میں نقش ہو چکا ہے دراصل ہمارے دورِ زوال کی پیداوار ہے۔ ہمارے نزدیک مسجد کا مصرف محض یہ ہے کہ ہم اس میں پانچ وقت کی نماز اور نماز جمعہ ادا کریں لیکن اگر مسجد نبویؐ کے حالات کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ مسجد کس قدر جامع ادارہ تھا اور حضور ﷺ اس سے کس قدر وسیع کام لیتے تھے۔ مولانا ظفیر الدین اپنی کتاب ''اسلام کا نظام مساجد'' میں مسجد نبویؐ کی حیثیت کے زیر عنوان تحریر فرماتے ہیں:

''مرکزِ اسلام کی یہ مسجد صرف رسمی مسجد نہ تھی بلکہ اسلام کا ناقابل تسخیر قلعہ تھی جہاں دین و دنیا کے سارے قوانین ترتیب پاتے تھے لشکرِ اسلام کو قواعد جنگ بتائے جاتے تھے۔ یہیں سے جہاد میں فوجیں روانہ کی جاتی تھیں۔ وفود یہیں اترتے تھے اسی میں مدینے کا سب سے پہلا دار العلوم اسلامی تھا۔ اسی میں رسول الثقلین کا دربار لگتا تھا۔ اس میں فصل خصومات سنائے جاتے تھے اور اسی میں مجرموں کو قید بھی کیا جاتا تھا۔ گویا دار الشریعت (پارلیمنٹ) دار العلوم (یونیورسٹی) دار العسکر (فوجی چھاؤنی) اور دار الحبس (جیل خانہ) سب کا کام اسی مسجد سے لیا جاتا تھا''۔

علامہ مناظر احسن گیلانی اپنی ایک تحریر میں فرماتے ہیں:

''عمارت کی خاص قسم جس کا نام ''المسجد'' ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا قائم کیا ہوا ایک نظام ہے۔ سب سے پہلی مسجد جو مدینہ منورہ میں بنائی گئی وہ پانچوں وقت کی نماز کی جگہ بھی تھی اس میں صفہ کا مدرسہ بھی تھا اور اس سے ملحقہ حصے میں مسافر بھی ٹھہرائے جاتے تھے اور زخمیوں کے لئے خیمہ بھی اس حصہ میں گاڑا جاتا تھا۔ مقدمات بھی اسی عمارت میں طے ہوتے تھے بس ہمیں جو کچھ کرنا ہے سب کا نمونہ اسی پہلی مسجد میں قائم کر دیا گیا بلکہ عہد فاروقی میں اس کے متصل ''ادب وشاعری'' کے چرچے کے لئے ایک جگہ بھی مختص کر دی گئی تھی''۔

دوسرے الفاظ میں مسجد درحقیقت ملت اسلامیہ کا ایک ایسا مرکزی ادارہ تھا جو پوری کی پوری ملی اور اسلامی زندگی کو متاثر کر رہا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ مسجد نبویؐ کا اصل موضوع اقامت صلوٰۃ تھا اور تمام مسلمان یہاں جمع ہو کر نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔ نماز باجماعت اپنے اصل مفہوم کے اعتبار سے ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی ہے اور مسلمانوں کے درمیان ربط وتعلق کا بہترین ذریعہ ہے۔ جب ہر مسلمان پانچ وقت آ کر مسجد نبوی میں باجماعت ادا کرتا تھا اور یہیں سے اسلامی زندگی کا درس لے کر اپنی زراعت' تجارت' حکومت اور زندگی کے دیگر شعبوں کو چلاتا تھا' یہیں سے ججوں' گورنروں اور دیگر عمال حکومت کے تقرر نامے جاری ہوتے تھے۔ یہیں سے جہاد کے امیر اور کمانڈر مقرر ہوتے اور افواج کو روانہ کیا جاتا۔ یہیں تمام اہم مشورے ہوتے اور یہیں پر تمام مقدمات اور جھگڑوں کا تصفیہ کیا جاتا تو یہ مسجد پوری ملت اسلامیہ کی دینی اور دنیوی زندگی کا مرکز اور محور بنی ہوئی تھی۔

لیکن جوں جوں ملت اسلامیہ زوال اور انحطاط سے دوچار ہوتی گئی اور جوں جوں یہ زوال وانحطاط وسیع تر اور گہرا ہوتا گیا اسی قدر ہماری مساجد بھی اپنے اثرات اور

حافظ محبوب احمد خان

مقاصد کے اعتبار سے محدود ہوتی چلی گئیں اور آج حالت یہ ہے کہ ہماری موجودہ مساجد محض پانچ وقت کی نماز ادا کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہیں اور اس کے بعد ویرانہ معلوم ہوتی ہیں۔ ان کا مسلمانوں کی اجتماعی زندگی پر کوئی خاص اثر معلوم نہیں ہوتا بلکہ لوگوں میں ہنود ویہود اور عیسائیوں وغیرہ کی طرح یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ دین و دنیا بالکل دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ ان کا ایک دوسرے سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ گویا جیسے چرچ اور سٹیٹ کی دوئی کا نظریہ اہل مغرب اختیار کر چکے ہیں وہی نظریہ آج مسلمانوں میں پھیل گیا ہے اور مساجد کو ملی زندگی سے گویا بالکل کاٹ دیا گیا ہے اور اسے محض نماز کی ادائیگی تک محدود کر دیا گیا ہے۔

اب جبکہ پوری ملت اسلامیہ میں نشاۃ ثانیہ کے آثار پیدا ہو رہے ہیں اور پاکستان میں مذہبی قوتیں سیاسی منظر نامے میں نمایاں ہو رہی ہیں یہ بات ناگزیر ہو گئی ہے کہ مسجد کے اصل مقام کو فوراً بحال کیا جائے۔ اس ضمن میں متحدہ مجلس عمل اگر صوبہ سرحد میں اسلامی تعلیمات کے مطابق مسجد کے مرکزی مقام کو بحال کرنے کے لئے درج ذیل اقدامات کر سکے تو عوام الناس تک اسلام کے نظام اجتماعی کے اثرات پہنچائے جا سکیں گے جو دوسرے صوبوں کی حکومتوں کے لئے بھی تقلید کا باعث بنیں گے۔

۱) مساجد میں وسیع النظر' وسیع الظرف علمائے دین کو امام اور خطیب مقرر کیا جائے جو فرقہ وارانہ جذبات ابھارنے کی بجائے ان کا سدباب کریں۔ اس مقصد کے لئے ان کے لئے تربیتی اداروں کا قیام نہایت ضروری ہے جہاں ائمہ مساجد اور خطیب حضرات کی اس انداز میں تربیت کی جائے کہ وہ ملت کے اتحاد کے نقیب بن جائیں اور ملت کی اصلاح کے جذبے سے سرشار ہو جائیں اور ان میں قائدانہ صلاحیتیں پیدا ہو جائیں۔

۲) ہر مسجد کا تعلق گردوپیش کی آبادی کے ساتھ نہایت گہرا ہونا چاہئے۔ ہر مسجد کی ایک مجلس شوریٰ ہو جس کا انتخاب اتفاق رائے سے تقویٰ کی بنیاد پر کیا جائے' یہ شوریٰ مساجد سے فرقہ پرستی دور کرے' لوگوں کے اجتماعی مسائل حل کرنے کے لئے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مشورہ دے' شہر میں زکوٰۃ اور دیہات میں عشر کے حصول میں ثالثی کا کردار ادا کرے۔ دین اور سیاست کے رشتے کو مربوط بنائے۔

۳) مساجد میں مقامی بیت المال بھی قائم کئے جائیں جہاں زکوٰۃ کمیٹی کا مرکز اور دفتر بھی ہو اور یہیں سے آبادی کے مستحق افراد میں باقاعدگی سے زکوٰۃ اور عشر کی تقسیم عمل میں لائی جائے اور اس عمل میں خطیب اور امام کو نمایاں حیثیت دی جائے۔

۴) مساجد کے ساتھ کتب خانے بھی قائم کئے جائیں جن میں معیاری دینی اور معلوماتی کتابیں' رسائل اور اخبارات رکھے جائیں تاکہ اُمت مسلمہ دنیا کے ظروف واحوال سے باخبر رہ سکے۔ خصوصاً اسلامی دنیا میں رونما ہونے والے واقعات سے واقف ہو سکے۔

۵) مساجد کے ساتھ مکاتب قائم کئے جائیں جہاں قرآن وحدیث کی تعلیم کے علاوہ بچوں کو ابتدائی بنیادی دنیوی علوم بھی پڑھائے جائیں۔ مکتب سکیم کے سلسلے کو حقیقی اسلامی روح کے ساتھ جاری کیا جائے۔

۶) مسجد کے ملحقہ حصے میں مکان بنا کر ایک مفت شفاخانہ غرباء کے لئے قائم کیا جائے۔

۷) مساجد میں یا ان کے ساتھ ابتدائی درجے کی عدالتیں قائم کی جائیں جو اسلام کی خالصتاً سادہ تعلیمات کے مطابق آبادی کے جھگڑوں کے جلد فیصلے کریں۔

۸) مساجد کے ساتھ ہی شہری دفاع کی سرگرمیوں کے مراکز بھی قائم کئے جائیں جو مقامی آبادی کو ملکی دفاع کی تربیت دیں اور ان میں جوش جہاد پیدا کریں۔

۹) مساجد کے ساتھ ایسے وسیع قطعات ارض وقف کئے جائیں جن میں یہ تمام سرگرمیاں انجام پا سکیں۔

۱۰) تمام اہم معاشرتی تقریبات کا مرکز مساجد کو بنایا جائے۔ اسلامی تعلیمات میں نکاح کو مسجد میں منعقد

کرنے کی ترغیب ہمیں حضور اکرم ﷺ کی احادیث میں بھی ملتی ہے۔ نیز حکام کے لئے لازمی قرار دیا جائے کہ وہ قریب ترین مسجد میں نماز باجماعت ادا کریں اور عوام الناس کی مشکلات کو مسجد ہی میں ان سے رابطہ پیدا کر کے سنیں اور ان کا ازالہ کریں۔

۱۱) مساجد میں تبلیغ دین کا موثر انتظام کیا جائے' مسجد نبویؐ کے صفہ کی طرز پر مساجد میں ایسے لوگ ہر وقت مستقلاً موجود رہیں جو تبلیغ دین کے فرائض ادا کریں۔ لوگوں کو ان کے اوقاتِ فراغت میں دینی احکام اور اسلامی زندگی سے روشناس کرائیں کہ یہ خود چل پھر کر انفرادی اور اجتماعی گشت کر کے لوگوں میں دینی روح زندہ کریں۔

۱۲) مساجد کی تعمیر کی اجازت دیتے وقت حکومت خاص طور پر اس علاقے کی آبادی کے مذہبی نظریات اور تعداد کو لازماً پیش نظر رکھے' ان عوامل کو نظر انداز کر کے بنائی گئی مساجد انتشار و تفرقہ بازی کا مرکز تو بن سکتی ہیں اجتماعیت اور مرکزیت کا ادارہ نہیں۔

۱۳) مساجد کے آداب کا خصوصاً التزام کیا جائے۔ مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی کتاب آداب المساجد میں مسجد کے کچھ آداب بیان کئے ہیں' ان میں خاص طور پر قابل توجہ امور یہ ہیں۔ مسجد میں خرید و فروخت نہ کرنا' مسجد میں تیر تلوار یا دیگر ہتھیار نہ نکالنا' مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان نہ کرنا' آواز بلند نہ کرنا' دنیاداری کی باتیں نہ کرنا' بیٹھنے کی جگہ پر کسی سے جھگڑا نہ کرنا' کسی نماز پڑھنے والے کے آگے سے نہ گزرنا' تھوکنے' ناک صاف کرنے سے پرہیز کرنا' انگلیاں نہ چٹخانا' اپنے بدن کے کسی حصہ سے نہ کھیلنا' نجاست سے پاک ہونا' کسی چھوٹے بچے یا مجنون کو ساتھ نہ لے جانا' مسجد کو راستہ نہ بنانا' مسجد کی دیواروں پر نقش و نگار نہ بنانا' مسجد میں سوال نہ کرنا' اسلام سے متعلق اشعار کے علاوہ دیگر اشعار نہ پڑھنا اور حمد وغیرہ بھی اسی صورت میں پڑھنا جبکہ کسی کی نماز یا ذکر میں اس سے حرج نہ ہوتا ہو۔

۱۴) دور جدید میں جو مساجد کے حوالے سے جو مسئلہ خصوصی طور پر عوام کو درپیش ہے وہ سپیکر کا استعمال ہے۔ علاقے کی وسعت اور آبادی سے قطع نظر مساجد میں سپیکروں کی تعداد بہت زیادہ استعمال کی جاتی ہیں جو بہت زیادہ شور و شغب کا باعث بنتی ہیں مزید یہ کہ سپیکروں کا اس قدر بے رحمی کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے کہ اردگرد کے رہنے والوں کے لئے زندگی کے باقی امور سرانجام دینا انتہائی تکلیف دہ ہو جاتا ہے۔ طالب علم کے لئے پڑھائی اور مریض کے لئے آرام مشکل ہو جاتا ہے۔ لوگوں کی شخصی آزادی کو بری طرح پامال کیا جاتا ہے۔ حکومت کو علماء کرام کے مشورے سے اس کے لئے مناسب قانون سازی کرنی چاہئے اور سپیکروں کی تعداد علاقے کی وسعت اور آبادی کی ضرورت کے مطابق ہونی چاہئے۔

درج بالا تمام سفارشات پر عملی جامہ صرف اسی صورت پہنایا جا سکتا ہے جبکہ جید علماء کرام کو نہ صرف ان اقدامات میں شامل کیا جائے بلکہ رہنمائی کا فریضہ بھی علماء کرام ہی ادا کریں۔ محض حکومتی حوالے سے مدارس و مساجد کے نظام میں کوئی اصلاح نہ تو مفید ثابت ہو سکتی ہے اور نہ ہی عوام کی زندگی میں کوئی بہتری لا سکتی ہے۔ (جیسا کہ ہم ''ماڈل مدرسہ'' کے نام سے چلائی جانے والی مہم کا انجام دیکھ چکے ہیں)۔

آج ہم جس مذہبی' نظریاتی' فکری اور سیاسی طور پر دیوالیہ پن کا شکار ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی بنیادی وجوہات میں سے ایک مساجد کا غلط استعمال بھی ہے۔ زندگی کے باقی امور کی طرح اگر ہم مساجد کا درست استعمال کریں تو یہ معاشرے میں خوشگوار تبدیلیاں لائے گا کیونکہ اسلامی نظام کی نشوونما و ارتقاء کے لئے وہی عمل اور اقدام بارآور ہو سکتے ہیں جو قرونِ اولیٰ اور اسلام کے سنہری دور میں کئے گئے۔

بقیہ: تجزیہ

اہتمام مذاکرات ہوں گے۔ اگر ایسا ہوا تو ظاہر ہے کہ بھارت اور پاکستان کے مابین ہی نہیں جنوبی ایشیا میں ایٹمی توازن بگڑ جائے گا۔ بہرحال اس سے پاکستان کی سلامتی بدترین خطرات سے دوچار ہو جائے گی۔ کشمیر میں ہونے والی خونریزی کو بھی امریکہ ایک بار پھر پاکستان کی در اندازی کا نتیجہ قرار دے رہا ہے۔ یہ ہے پاک امریکہ تعلقات کا منظر اور پس منظر۔

اگرچہ یہ معاملات تو اسی دن سے شروع ہو گئے تھے جب پاکستان کے پہلے وزیراعظم نے روسی دعوت کو مسترد کر کے امریکی دعوت قبول کی۔ سیٹو اور سینٹو کے رکن بنے۔ امریکی U2 کو پشاور سے اڑنے کی اجازت دے کے سوویت یونین کو للکارا۔ امریکہ چین سفارتی تعلقات قائم کرا کر سوویت یونین کو اشتعال دلایا۔ افغانستان میں سوویت یونین کے خلاف امریکہ کی جنگ لڑی۔ امریکہ کا اتحادی بن کر طالبان کی حکومت کے خاتمہ میں مدد دی جس سے پاکستان کی شمال مغربی سرحد پر دوست حکومت کی جگہ دشمن حکومت کو قبول کرنا پڑا۔ دوسری طرف امریکہ نے پاکستان کو اناج' اسلحہ اور قرضے دینے کے علاوہ اپنے نکتہ نظر سے سب سے بڑا احسان یہ کیا کہ افغان وار کے دوران ہمارے ایٹمی پروگرام سے جان بوجھ کر چشم پوشی اختیار کی۔

لیکن یہاں پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امریکہ اگر ہمیں اپنا حقیقی اتحادی سمجھتا تو اپنے اتحادی کے ایٹمی ملک بن جانے پر تشویش کیسی بلکہ اسے تو ایٹمی میدان میں بھی اپنے اتحادی کی مدد کرنی چاہئے تھی جس طرح وہ اپنے اتحادی اسرائیل کو ایٹمی معاملات میں تکنیکی مدد فراہم کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کے ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے میں وہ اپنی مجبوریوں کی وجہ سے رکاوٹ نہیں بن سکا۔ اس وقت اس کا اصل مسئلہ سوویت یونین کو نیچا دکھا کر سپریم پاور بنا تھا۔ اب وہ زمین پر سپریم پاور ہے' کوئی مدمقابل قوت نہیں۔ لہٰذا وہ اپنے گناہ کی تلافی میں پاکستان کو ایٹمی صلاحیت سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ لیکن کائنات کے حقیقی مالک نے انگریز اور ہندو کی بدترین مخالفت کے باوجود ہمیں پاکستان عطا کیا تھا۔ پھر تعلیمی' سائنسی اور صنعتی لحاظ سے پسماندہ پاکستان کو ایٹمی صلاحیت بخشی ہے' یہ معجزات ہیں۔ یقیناً اللہ رب العزت کو پاکستان سے کوئی بڑا کام لینا ہے اے کاش ہم اس بڑے کام کے لئے اپنے کندھے پیش کر دیں۔ وگرنہ ہوگا تو وہی جو وہ چاہے گا لیکن ہم بہت بڑی محرومی سے دوچار ہو جائیں گے۔

ان حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں یہود کی طرح نصاریٰ کو بھی اپنا دشمن سمجھنا چاہئے اور خواہ مخواہ کی دانشوری بگھارنے کی بجائے اس اٹل حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہئے کہ یہود و نصاریٰ باہمی دوست ہو سکتے ہیں ہمارے دوست نہیں ہو سکتے اور اسی حقیقت کو اپنی داخلہ اور خارجہ پالیسی کا کارنر سٹون بنانا چاہئے' اس میں فوری اور عارضی خطرات ہو سکتے ہیں جن سے حکمت سے نمٹا جا سکتا ہے لیکن عافیت اسی میں ہے۔ oo

---

بقیہ: کتاب نما

مصنفہ میں تحریر کی شائستگی کا وافر ملکہ موجود ہے جو ان پُر تاثیر افسانوں سے ظاہر ہے۔

اس مجموعے میں شامل ہر افسانہ ایک مختصر سی تحریر ہے جسے پڑھتے وقت صاف محسوس ہوتا ہے کہ مصنفہ ماحول کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور صورتِ حال کی اصلاح کے لئے ہر وقت اپنے قلم کو تیار پاتی ہے۔ ان افسانچوں کی زبان سادہ اور انداز پُر تاثیر ہے جس نے ان ہلکی پھلکی تحریروں کو قوتِ نفوذ سے مالا مال کر دیا ہے۔

کتاب کا ابتدائیہ معروف و ممتاز عالم دین ڈاکٹر اسرار احمد نے تحریر فرمایا ہے جس کے بعد کتاب کی افادیت پر مزید کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ ہلکے پھلکے مختصر اور سبق آموز افسانوں کا یہ مجموعہ نوجوانوں کے لئے خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ مصنفہ کے لئے یہ صدقہ جاریہ ہے کہ بہت سے لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور اپنے فکر و نظر میں گہرا تاثر محسوس کریں گے۔ (تبصرہ نگار: محمد یونس جنجوعہ)

social set-up fails.

To prove this point, just take a look at what is happening in the liberal and civilized societies of the west. It gives all the rights and freedom to women that they possibly can dream of achieving. But something is still very wrong as even after getting all those rights they still face abuses at the hands of the male members of the society. If parading naked on beaches, on the streets, in the media means they have won their freedom then why are there thousands of rapes, sexual assaults, depression, alarmingly high rate of suicide, alcoholism among women, drug abuses prevalent in their society? Why do women still suffer? Wearing sexy outfits, modeling for men gaping at them, fighting for beauty contests where they are judged for their proportions makes them only a commodity worth selling and not worth the respect Islam wants to give to women.

The horrors of the free world make me shiver in my shoes. Ugly divorces, broken homes, societies filled with violence and hate, illegitimate children filling the streets, emotionally scarred children who most of the time don't know their fathers, junkies who hide from this world and its problems, married couples having affairs all the time not ever being able to really trust each other, do I need to go on? Is that freedom, the new age of "civilization" and progress? Can any person in his right mind blame us for sticking to our veils and denouncing this freedom which brings nothing but chaos and mayhem in the society. Thanks but no thanks.

I want to end my article but before I leave, here is some food for thought. Allah punished the west for its immoral behavior with such a disease as AIDS but the west did not take any heed. They want to find a cure for this disease but they don't want to see why they were punished. They want the pope to give them his blessings and say that gays and lesbians are a part of the modern, free world, when their own scriptures calls them sinners. They know the story of Hazrat Lot (a prophet) whose people were punished by Allah and stoned to death, as a result of their sexual misconduct, but it is a pity that these are mere stories for them, age- old stories. For us, our book is very much alive and it shows us the true path whenever we need it.

We know we cannot hide from Allah and we are going back to Him. We also know that there is no cure for death. Each one of us will die but are we prepared for it? Just THINK! What if there is a real life, an eternal life, and what if it will not fall in our lap like we want to believe and we have to earn our place in the next world, what then? We want to believe that we are doing fine but we have to take a hard look whether or not the devil is taking us for a ride.

Lets do us a favor. Try to find out what QURAN and ISLAM really are. This message of Allah was sent to save us but most of us never know what we have missed until now. Make something positive come out of 11th September. Do not look at what any Muslim might have done and learn what Islam is telling the whole humanity, including you!

The veil is just one symbol of Islam. The non-believers want to use it as a tool of ridicule to poke fun at Islam and undermine its importance. We, the Muslim women know its true worth. It is our greatest defensive weapon against people who want to undermine our position as an honorable, intelligent and an educated person. They want to judge us for our physical assets and not for our intellectual beauty and feelings. We know what the veil is for us and those who want to find out the TRUTH behind it can never do so from the other side of the veil.

باسمہ تعالیٰ

قلمی تعاون کی درخواست

رفقاء ورفیقات تنظیم اسلامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

روزنامہ اخبارات کے علاوہ بھی کچھ ادبی و دینی رسائل آپ کے زیر مطالعہ رہتے ہوں گے۔ اگر آپ کے مطالعہ میں ایسی تحریریں یا مضامین آئیں جن کے بارے میں آپ کی رائے ہو کہ قارئین ندائے خلافت بھی اس سے مستفید ہوں تو براہ کرم اُس تحریر یا مضمون کی صاف سی فوٹو کاپی مکمل حوالے (جریدے یا کتاب کا نام، شمارہ نمبر، پبلشر کا نام وغیرہ) کے ہمراہ ہمیں ارسال کیجئے۔ اپنا نام، اُسرہ/تنظیم اور حلقہ کا نام بھی لکھئے۔ نیز پوسٹل ایڈریس کا فون نمبر، ای میل ایڈریس (اگر ہو) ضرور تحریر کیجئے تاکہ آپ سے براہ راست رابطہ کیا جا سکے۔

اسی طرح اگر آپ کسی مضمون یا تحریر پر جوابی مضمون یا تحریر کی اشاعت کی ضرورت محسوس کریں تو بھی ہمیں لکھئے۔ ایسے کسی مضمون یا تحریر کی صاف فوٹو کاپی مکمل حوالہ جات اور اپنے مکمل ایڈریس کے ہمراہ ہمیں بھی ارسال کیجئے۔

ہمیں اپنے تنظیمی حلقہ سے ایسے لکھنے والے خواتین و حضرات کی مدد بھی درکار ہوگی جو ایسے کسی مضمون یا تحریر کا جواب تحریر کر سکیں۔ اگر آپ اپنے اندر یہ صلاحیت پاتے ہیں تو آگے بڑھئے اور قلمی جہاد میں ہمارے مدد و معاون بنئے۔ جو رفقاء و رفیقات اس ضمن میں اپنے نام اور پتہ جات ہمیں ارسال کرنا چاہیں اُن سے گزارش ہے کہ وہ اپنے نظم بالا (امیر/ناظمہ تنظیم یا امیر/ناظمہ حلقہ) کی وساطت اور سفارشی خط کے ساتھ ہم سے رابطہ کریں۔ شکریہ

والسلام

ڈاکٹر عبدالخالق

ناظم نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی

Ayeza Nadeem

The "TRUTH" Beneath The Veil

My article is dedicated to all those people who really want to know why Islam "forces" women to put a veil on their head and face. Why Islam wants to stop the intermingling of sexes? Only those readers who are sincere in having this understanding can benefit from it.

First let me introduce myself. I am a Muslim woman and I believe that Islam is a complete code of life. It guides me in this world and teaches me how to earn an eternal place in Paradise. How I choose to live my life in this world is just a "means to an end" and not the end itself. My real aim or goal is the life in the Heaven, which my deen tells me, is the True life, and it is Eternel, This real life has just two possible results, either Hell for eternity or Heaven for eternity. Nothing in between.

Now as a Muslim I believe in accountability for my each and every deed or misdeed. My life is being video-taped from the first moment I came in this world and will be stopped when I breathe my last, by two angles sitting on my shoulders. On the basis of this evidence, I will be awarded either heaven or hell by ALLAH, the most Merciful the most Just. So whatever I get would be all my own doing and that's why I have to be very careful about what I am earning.

Allah has, due to His Mercy sent His chosen people (the Prophets) to show us how to live a life that would please Him. As a Muslim, I believe in all the Holy books and the most modern, complete and final version of the Holy book is the QURAN (in theory) and the life of our last Prophet S.A.W. (In practice)

Now having this background in mind, I want to address the misconception about "veil". Why this exercise in futility? What if I put a big veil or Burqa or Chaddar, whatever you want to call it, on an educated, liberal, modern young woman without telling her why she has to wear it, and ask her how she feels? She would definitely claim to be stifled, uncomfortable, ridicules, ugly, unwomanly, tragic, whatever because she was "forced" to wear it. That's how any sane person would feel, that's how I would feel. But what if the circumstances were a little different? What if she was walking on a crowded street and it is hit by bio-terrorists? What if they spray some kind of poison or germs in the air, which if inhaled could lead to serious consequences. What then? Her life is at stake and when somebody shouts: "cover your head and face, hide yourself from this unseen enemy that is out to destroy you" what would she do? She would fight tooth and nail to get such a cloth to "protect" and save herself. If she is one of the lucky ones who get their hands on such a cloth and gets its protection, she would be thanking her stars, counting her blessings, saying a prayer for being the lucky one who has been saved while others are dying in front of her eyes and losing the most precious thing they have: their lives. She would not want to throw away her piece of cloth even if she feels hot or uncomfortable as she would know what it is doing for her. It is *saving* her life and protecting her from a miserable death (Hell).

I am a purdah-observing woman and everyday I thank my Lord for giving me this true gift, in the shape of "wisdom" and showering me with countless blessings due to this veil alone. It gives me this wonderful sense of deep satisfaction that I am trying, hard as it may seem, to live as our Prophet S.A.W showed us to live which would in return earn me my true goal (Heaven)

Now, see the physical evidence of what this veil has done for me. But first I should mention that this veil is only "one" of the many things required by a Muslim to do in order to live a pure life. There is a whole psychology behind this veil. Islam prohibits adultery, secret affairs, illegitimate children, rapes, and gives very harsh punishments for crimes like those. As a Muslim woman I don't want to have affairs, which could lead to adultery, bastards, divorces and thus jeopardize my future (as you may have guessed, Heaven). This unseen fear of Hell keeps me straight and it gives me moral support and comfort for what I want to achieve. The veil gives a big "NO" signal to all those people who have any kind of evil in their heart. Firstly, they cannot see me, which keeps them away. The veil is "meant" to put off people who are na-mahram (A na-mehram is anyone you could marry at any point in your life). I want to keep them at bay. Other than that, I have many instructions to keep myself well protected. It is a very long list that includes many clauses, for example how far I can travel uncheperoned. I cannot wear perfume or such jewelry that would attract undue attention. I am supposed to keep my voice harsh when talking to strangers so as to discourage them etc. This list goes on but the purpose is very clear.

That does not mean that I have to live like a nun, who in the liberated world is still a symbol of purity and dignity in spite of the inhuman and unnatural restrictions that are imposed on her. I have a lot of freedom in the company of my mahram relatives (which includes my husband and all those men I can never marry like father, sons, brothers, uncles, nephews). I can wear beautiful clothes, wear jewelry, use perfume, go to any place I like accompanied by them etc, and I want it like that as it is for my own protection. After all, one guards and protects something that is precious; no one has to protect something that is trash or common. At least that is how I feel. What I gain from all this is the trust of my husband, who feels secure in our relationship. He respects the way I have chosen to live, feels happy that he has the sole right to his wife's attention and devotion and the result is a beginning of a new family on secure footing. As a result, the children get a healthy environment from their home. Islam teaches us that married life is the first step of a civilized society. If this relationship works then there is a chance that the whole society would come together. If not, then the whole

the United States to take serious actions against at least parts of Pakistan.

The United States will need regional strategic support. India is ready and waiting to play a role that Pakistan has already played for the US in Afghanistan. China, on the other hand, is unpredictable. It is wary of US actions, and increased Indian power. Beijing's geopolitical interests do not include the collapse of Pakistan but it is not yet in a position to stand up to the United States.

As the Bush administration has said, things now get harder. The hardest part is recognizing that the United States has not yet achieved true freedom of action. The menu is still being drawn after giving due consideration to the situation on this side of the border, and from where we sit, the next item on the menu is Pakistan.

The United States has already too much on its plate. But it will not abandon its fight, nor can it unilaterally act in Pakistan, although it can manipulate internal affairs as it did inAfghanistan. However, Pakistan is not Afghanistan and such manipulation could have explosive results. And for India, this is the historical opportunity it has waited for since its founding.

Musharraf may not have any option, but surely we do. And that is to remove him and restore our sovereignty and independence like Iran at the very least. If we don't respect our rights, no one else will.

تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی کا تربیتی اجتماع

نے رفقاء کے لئے اس تربیتی پروگرام کا انعقاد 22 دسمبر بعد نمازِ مغرب جامع خدام القرآن اکیڈمی روڈ والٹن میں ہوا۔ تقریباً پچاس رفقاء و احباب نے اس میں شرکت کی۔ درسِ قرآن سے ہوا جس کی ذمہ داری محترم محمد قریشی نے لی اور تذکیری انداز میں سورۃ الانفال سے پیغامِ ربانی پہنچایا۔ بعد ازاں جناب حبیب الرحمن قریشی نے ختمِ نبوت کے موضوع پر ایمان باللہ ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرت کے حوالوں سے دعوتِ غور و فکر دی۔ پروگرام کے اختتام پر نئے شامل ہونے والے رفقاء نے اپنا تعارف کرایا اور اس قافلۂ حق میں استقامت کے لئے دعا کی درخواست کی۔ ... سے تشریف لائے ہوئے رفیق جناب عبدالرشید ... نے تمام احباب و رفقاء کو اس اجتماع میں شرکت پر مبارکباد دی اور کہا آپ لوگ خوش قسمت ہیں جنہوں نے اللہ کے دین کی ... کے لئے جماعت میں شمولیت اختیار کی ہے۔ اب آپ ... وردیاں پہن لی ہیں اور ان سعید روحوں میں خود کو شامل ... کے لئے کوشاں ہیں جن کا انتخاب اللہ کی جانب سے ہو چکا ہے۔ اللہ تمہیں اپنے دین کی خدمت سے قبول فرمائے۔ آخر میں مقامی تنظیم کے امیر جناب بریگیڈیئر (ر) ... نے آئندہ کے پروگراموں سے آگاہ کیا۔

(رپورٹ: ...)

تنظیم اسلامی میرپور کی عیدملن

یہ پروگرام 13 دسمبر کو جامع دارالسلام میں نمازِ جمعہ کے بعد منعقد ہوا۔ مقامی امیر جناب سید محمد آزاد نے خطبہ مسنونہ کے بعد سورۃ آلِ عمران کی آیات 104 اور 105 ... انہوں نے کہا کہ ... جماعت کا حصہ بن جائیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ... ضروری ہو ... امت کا اتحاد پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ اس سے ... کے حقدار ہیں۔ ... برائی دیکھے اسے ہاتھ سے روکے۔ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے روکے اور اگر زبان پر بھی تالے ڈال دیئے گئے ہوں تو دل سے برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر کا کام نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان مختلف عذابوں کا شکار ہیں مثلاً مسلمان کے ہاتھ سے مسلمان کا بغیر قصور خون بہنا، افغانستان، فلسطین اور عراق میں امریکی یلغار، سرزمین کشمیر کا مسلمانوں کے خون سے لالہ زار ہونا وغیرہ۔ مقامی امیر نے خاصتاً اس کام کے لئے بیعت کی بنیاد پر وجود میں آنے والی جماعت تنظیم اسلامی کی دعوت تفصیل سے پیش کی۔ نماز کے اختتام پر عیدملن کے حوالے سے رفقاء و احباب کی تواضع کی گئی۔ اس میں رفقاء سمیت 150 افراد شریک تھے۔

(رپورٹ: غلام سلطان)

تنظیم اسلامی پنڈی گھیپ کا دعوتی پروگرام

یہ دعوتی پروگرام جناب قاضی ظہور کے گھر پر منعقد ہوا۔ اس میں جن موضوعات پر بحث کی گئی وہ یہ تھے: (۱) مذہب اور دین کا فرق۔ (۲) فرائضِ دینی کا جامع تصور۔

اس پروگرام کا آغاز جمعۃ المبارک کو عصر کے بعد ہوا۔ تنظیم اسلامی پنڈی گھیپ کے امیر نے مذہب اور دین کا فرق بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا دین اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے نہ کہ محض چند عبادات کا مجموعہ۔ اس کے بعد مبتدی رفیق جناب محمد طاہر نے ''فرائضِ دینی کا جامع تصور'' پر تفصیلی بحث کی۔ انہوں نے کہا کہ قرآن اور حدیث کی رُو سے ہر مسلمان پر دین کی تین اہم ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ خود اللہ کا بندہ بنے۔ دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ جس دین کو سمجھا ہے اسے دوسروں تک بھی پہنچائے۔

تیسری اور اہم ترین ذمہ داری یہ ہے کہ اس دین کو قائم کرنے کی کوشش کرے۔ اپنے بیان کے دوران انہوں نے ان تین ذمہ داریوں کو انجام دینے کے لئے تین شرائط کا ذکر بھی کیا ہے یعنی

- ☆ جہاد کیا جائے۔ پہلی سطح پر اپنے نفس کے ساتھ، دوسری سطح پر باطل معاشرے کے ساتھ اور تیسری سطح پر باطل کے علمبرداروں کے ساتھ۔
- ☆ جماعت بنائی جائے۔ پہلے مرحلے پر آدمی اکیلا کام کر سکتا ہے دوسرے مرحلے پر اگر چھ آدمی مل جائیں تو دعوت کے کام میں آسانی ہو سکتی ہے جبکہ تیسرا مرحلہ جماعت کے بغیر مکمل ہونا ناممکن ہے۔
- ☆ جماعت بیعت کی بنیاد پر قائم ہونی چاہئے۔

اس پروگرام میں شرکاء کی کل تعداد 20 تھی جنہوں نے اس پروگرام کو کافی سراہا۔ دعا کے ساتھ یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: محمد سرفراز)

ہارون آباد میں شب بسری

یہ پروگرام 26 اور 27 دسمبر کی درمیانی شب قرآن اکیڈمی ہارون آباد کی مسجد جامع القرآن میں منعقد ہوا جس میں ہارون آباد کے علاوہ دوسرے علاقوں سے بھی رفقاء تنظیم نے شرکت فرمائی۔ پروگرام کا آغاز 26 دسمبر کو نمازِ عصر کے بعد ہوا۔ جو رفقاء تشریف لا چکے تھے انہوں نے ملحقہ آبادی میں دعوتی دورہ کیا اور لوگوں کو نمازِ مغرب جامع القرآن میں ادا کرنے اور درسِ قرآن سننے کی دعوت دی۔ اس کے نتیجے میں الحمد للہ کافی احباب مسجد میں آئے اور بڑے انہماک سے محترم ذوالفقار بھائی کا درس سنا۔ نمازِ عشاء کے بعد جناب وقار اشرف نے درسِ حدیث دیا۔ حدیث کے درس کے بعد رفقاء و احباب انفرادی مطالعہ میں مشغول رہے۔

نمازِ تہجد کے بعد مسنون دعائیں سکھائی گئیں اور ان کے پڑھنے کا طریقہ بتایا گیا اور انفرادی طور پر رفقاء سے حدیث رسول ﷺ سنی گئیں۔ نمازِ فجر کے بعد حلقہ بہاولنگر کے امیر جناب منیر احمد نے درسِ قرآن دیا۔ دعائیہ کلمات کے بعد یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ (رپورٹ: مقصود شاہد)

تنظیمی اطلاع

امیر حلقہ لاہور جناب مرزا ایوب بیگ نے جناب محمد یونس کو معتمد حلقہ لاہور ڈویژن مقرر کیا ہے۔ جناب محمد یونس شام کے اوقات میں دفتر حلقہ لاہور میں اپنی ذمہ داریاں ادا کیا کریں گے۔

Vol: 12 Regd.CPL No.127 No.2
Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan@tanzeem.org)

Pakistan: Next on US Menu

The recent bombing of South Waziristan by US and its Allies has fully exposed the poor logic behind General Musharraf's support to US and its Allies war on Afghanistan. The logic was: "We had no other option to save Pakistan from being attacked." A closer look reveals that there is no area in which Pakistan has not been attacked and forced to subjugate since then. The bombing shows the opening of Pakistan chapter in the "war on terrorism."

After receiving a lease on his rule, General Musharraf promptly declared that his stance -- rather his butchery of principles -- has been vindicated. He, however, couldn't realise that in nature nothing is given, all things are sold. Occupying our land and air space, sidelining our intelligence agencies, herding Pakistani and other Muslims like sheep into FBI pens, bypassing our justice system, approving dictatorship and bombing Pakistan are but just a few signs to prove this point.

Even without a serious assessment, it is clear that none of the strategic interests, which General Musharraf spelled out for becoming part of Mr. Bush's "crusade against Islam," have actually been realised. The General might consider himself blessed by Washington. But to his "friends" in US administration he is no more than another Yasser Arafat with his "terrorists."

It is very unfortunate that we look at many inter-linked issues in isolation. For example, the West has gone uncannily calm about the unconstitutional moves of General Musharraf in the name of restoring democracy. But we didn't notice it. Could it be embarrassment, that it hasn't materialised the threats to sever all ties in case the military regime fails to restore "genuine democracy." - an essential ingredient for a nation to be considered "civilised" - abjuring grooming of their own favourite dictators? Or is it just carelessness that takes its cue from Bush's lack of conviction on the urgent necessity for real democracy in countries that he intends to occupy for restoring democracy?

It is a quite extraordinary silence but not for no reason at all. Nowhere else in the world does a military - not to add the word Muslim to it - have its finger directly on the nuclear trigger. Even when the Soviet Union was overthrown and the newborn Russian federation fell heir to its nuclear arsenal, it was done in a careful and responsible manner in the presence of a civilian buffer. For a Muslim Pakistan, however, neither civilian nor military government is "careful and responsible." A sell-out dictatorship, perhaps, could be.

The West knows that in practice for Muslim countries democracy and secularism have never been quite what they were made out to be. The so-called sophisticated liberal democracies, wrapped up in the mystique of "tolerance", has been all along only a half-baked story meant more to prepare an anxious public for interference in and domination of Muslim countries than to reflect reality.

There is a profound discrepancy between the way to occupy Muslim countries and the publicly declared policies for democratising the Muslim world. The recent events have proved that democracy theory is severely holed, below the water line. Democracy works best when the West needs it least. In non-Muslim countries democracy leads to social justice and equality. But in a nuclear armed, Muslim country it becomes irrelevant. Any country is a good partner in the US-led "war of terrorism," which is non-Muslim. Pakistan with nuclear weapons would instead remain the prime target as long as it is not neutralised like Iraq or occupied like Afghanistan.

One truth always overlooked by General Musharraf and his supporters is that the US administration never believed in partnership; it believes a war for disarming and dominating Muslims is winnable.

Are Bush, Blair and Chirac quiet because they know the tinder that lies because of US interference in the Muslim world is easily combustible? It is, in reality, a no more dangerous situation than it was when other empires went for local dominations. The US and Israel are on a hair-trigger and there is a real danger of a greater war in the Middle East. In such a situation only a responsible sell-out or an outright occupation of Pakistan can save US and Allies from a nuclear attack.

The theory is that even in the presence of a responsible sell-out, in all likelihood, some Pakistani, irrespective of his label as "fundamentalist" or "moderate," will one day cross the limit of patience and give the order to fire in response to the West's excessive and unjustified use of force. The West lives with this fear. And that's why the strategy to support Allies' occupation of Afghanistan was strategically wrong because the indirect target was Pakistan. The reality proves it today.Pakistan's nuclear status cannot be wished away with our partnership in the war on Islam. Despite having options, Musharraf could see no alternatives. The, US however, seems to have no options. It must either begin to treat Pakistan as a hostile power or must abandon its strategic goals. The latter seems impossible. It is also impossible to imagine that Musharraf will be able to act up to the satisfaction of US to destroy its enemies in Pakistan. General Musharraf's cooperation has provided the US with ample time to chalk its plan of operation in Pakistan. It was known since long that the US is on a collision course with Pakistan because even the worst kind of sell-out government in Islamabad is not capable of giving the US what it wants to have.Beyond the recent bombing, it is difficult to imagine any "circumstance" which will not compel